دارالعلوم کراچی کا ترجمان
ماہنامہ
البلاغ
ماہ شوال المعظم ۱۴۱۰ھ / مئی ۹۰ء
بانی
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بلاغٌ للنّاس

جلد ۲۴
شوال المکرم ۱۴۱۰ھ / مئی ۱۹۹۰ء
شمارہ ۱۰

قیمت فی پرچہ چھ روپے

سالانہ ستّر روپے

نگراں :
حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

مدیر :
محمد تقی عثمانی

ناظم :
شجاعت علی ہاشمی

سالانہ بدل اشتراک :
بیرونِ ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری :

ریاستہائے متحدہ امریکہ /۲۸۰ روپے، برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، تھائی لینڈ، ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا
نیوزی لینڈ /۲۳۰ روپے (بنگلہ دیش /۱۸۰ روپے) سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت /۲۰۰ روپے

پبلشر: محمد تقی عثمانی دارالعلوم کراچی
پرنٹر: مشہور آفسٹ پریس، کراچی

خط و کتابت کا پتہ : ماہنامہ "البلاغ" دارالعلوم کراچی ۱۴
فون نمبر: ۳۱۱۲۱۷

ترتیب

ذکر و فکر

معارف و مسائل

مقالات و مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز الرحمٰن سواتی
اُستاذ دارالعلوم کراچی

حمد و ستائش اس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اُس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا

جہادِ افغانستان نے کرۂ ارض کے طول و عرض میں اپنے استقلال سے محروم کچلے ہوئے انسانوں کو عزت و وقار کا راستہ دکھایا ہے اور جگہ جگہ غلامی کی زنجیریں جوش اور جذبے کی آگ سے پگھل رہی ہیں، کشمیر کے مُسلمان بھی تقریباً نصف صدی تک دُنیا والوں سے درخواست کرتے رہے ہیں کہ ان کو بھی اپنے نظریۂ حیات کے مطابق زندگی بسر کرنے کا موقع دیا جائے لیکن بھارت جو جمہوریت کا بڑا شیدائی ہے اس آواز کو اپنی سیاسی چالوں اور عسکری طاقت سے دباتا رہا ہے حالانکہ اقوامِ عالم کے سامنے وہ اس علاقہ کے متنازعہ ہونے کا اقرار بھی کر چکا ہے اور کشمیریوں کے استصواب رائے کا وعدہ بھی۔

جب کشمیر کے مسلمانوں کو احساس ہوا کہ اُن کی آواز صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہے تو تنگ آمد بجنگ آمد' انہوں نے مجاہدین افغانستان کے نقشِ قدم پر مجاہدانہ جدوجہد کا راستہ اپنالیا، بھارت کا کشمیر پر نصف صدی تک کا تسلط اس علاقہ کے مُسلمانوں کے جذبۂ آزادی اور شعور خودی کو پامال نہیں کر سکا، آج کشمیر کا خود دار مسلمان پوری قوت سے کھڑا ہو گیا ہے اور بھارتی استبداد

کے مقابلہ میں مردانہ وار سرِ بکف ہے، وادی کے نشیب و فراز میں خواہش استقلال کا یہ جذبہ اِس قدر تپش آمادہ ہے کہ ہر گھر میں جنگِ آزادی کی آگ بھڑک رہی ہے، اِس آتشیں جذبۂ حریت کے سامنے وادی میں بھارت کی طرف سے قائم کٹھ پتلی سول انتظامیہ ختم ہو چکی ہے اور ہر جگہ بھارتی فوج کا راج ہے، بیداری کی اِس تند و تیز لہر کی وجہ سے عورتوں سمیت بچہ بچہ بھارتی غلامی کا جوا اُتار پھینکنے کیلئے بیقرار ہے۔

وادی کی یہ صورتِ حال سرفروش مجاہدینِ کشمیر کی تگ و دو کا فوری نتیجہ ہے حالانکہ پوری وادی میں ان مجاہدین کے پاس نہ کوئی محفوظ پناہ گاہ ہے اور نہ انہیں اندرونی یا بیرونی طور پر اسلحہ یا سامانِ رسد کی کوئی سہولت میسر ہے، امریکا بہادر جو ہر جگہ اپنے آپ کو جمہوریت کا داعی اور اس کا محافظ گردانتا ہے کشمیر کے معاملہ میں اس کو اپنے فلسفۂ جمہوریت کا کوئی پاس نہیں ہے۔ یہاں امریکا کا طرزِ عمل بالکل اسی طرح کا ہے جس طرح فلسطین میں، اِس لئے کہ دونوں جگہ لاشیں مسلمانوں کی گر رہی ہیں، یہ جمہوریت پسندی کا نہیں مسیحی تعصب پرستی کا طرزِ عمل ہے، حالانکہ اسی طرح طرح کی صورتِ حال جب رُوسی جمہوریہ لیتھونیا میں پیدا ہوئی جو مسیحی آبادی کا علاقہ ہے تو امریکا اِس کی حمایت میں پیش پیش تھا۔

پاکستان جو کشمیر کے مسئلہ میں روزِ اوّل سے فریق رہا ہے اور کشمیریوں کے حق خود اختیاری کا حصول جس کا دینی، اخلاقی اور آئینی فرض ہے نیز وادی کا استقلال خود اس کیلئے بھی سیاسی عسکری اور معاشی تقویت کا مؤثر ذریعہ ہے —— موجودہ صورتِ حال میں یہ اس کا اہم ترین فرض تھا کہ مجاہدینِ کشمیر کو مادی، سیاسی اور اخلاقی طور پر مؤثر امداد فراہم کی جاتی۔

لیکن پاکستان کی موجودہ کمزور اور کسی بلند تر مقصد سے عاری حکومت اس معاملہ میں تذبذب کا شکار رہی ہے، اِس حکومت نے برسرِ اقتدار آ کر مسیحی دُنیا کے سرخیل امریکا، برطانیہ اور فرانس سے تو محبت کی بہت پینگیں بڑھائیں جبکہ دوسری طرف اسلامی دُنیا سے اپنا تعلق کمزور کر دیا ہے، حالانکہ اسلام کا یہ مضبوط و مقدس رشتہ ہی اِس سے پہلے بھی قدم قدم پر پاکستان کے حق میں مؤثر مددگار ثابت ہوا ہے اور آئندہ کیلئے بھی یہی تعلق ہماری بہت سی مُشکلات کے حل کا ضامن ہے، مسیحی دُنیا جو یہودیوں کے زیرِ اثر ہے ان سے نہ خیر کی کوئی توقع ہے اور نہ ان پر کسی طرح کا اعتماد کیا جا سکتا ہے، لیکن اسلامی دُنیا کے ساتھ ہماری موجودہ روش نے اب ایسا لگتا ہے ہمیں تنہا کر دیا ہے جو نہایت تشویش کی بات ہے۔

نہتے کشمیری مسلمانوں کے جوش و جذبہ نے وادی میں بھارت کو جس صورتِ حال سے دوچار کردیا ہے اس کی وجہ سے بھارتی لیڈر انتہا پسندی پر اُتر آئے ہیں ایک طرف کشمیری مُسلمانوں کا قتلِ عام ہو رہا ہے، گھر گھر تلاشی جاری ہے اور وادی کا بڑا حصّہ کرفیو کی وجہ سے کرب زدہ ہے، بھارت کی یہ انسانیت سوز حرکتیں نسل کُشی سے کم نہیں ہیں ـــــــ جبکہ دوسری طرف بھارت نے اِس کی ساری ذمہ داری پاکستان پر ڈال دی ہے، بھارت میں ہر سطح کے لیڈر پاکستان کو خوفناک نتائج کی دھمکیاں دے رہے ہیں اور بھارتی وزیرِاعظم کا لہجہ اَب اِس حد تک تیز ہوگیا ہے کہ اس نے نہایت مغرورانہ انداز میں لوک سبھا میں یہ کہہ دیا کہ "پاکستان بھارت کی کاری ضرب سے بچ نہیں سکے گا اور یہ کہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک بھارت اپنے "مقاصد" حاصل نہیں کرلے گا" ـــــــ

پاکستان کے چیف آف آرمی اسٹاف نے بھی قوم کو اِس صورتِ حال کیلئے تیار رہنے کو کہا ہے اور یہ کہ بھارتی فوجیں سرحدوں کے قریب جمع ہو رہی ہیں۔

ملکی سرحدوں پر بھارتی افواج کا اجتماع اور بھارتی لیڈروں کی کھلی دھمکیاں ایسی نہیں ہیں کہ ان سے آنکھیں بند کرلی جائیں، قوم کو داخلی بے سکونی کے بعد اب بیرونی جارحیت کا بھی سامنا ہے اور اگر بھارت نے کشمیری مسلمانوں کے جوش و خروش سے طیش میں آکر پاکستان کے خلاف کوئی جارحانہ قدم اُٹھایا تو پاکستانی مسلمانوں کو بڑے صبر آزما مرحلہ سے گزرنا ہوگا۔

لیکن بھارت نے اگر اپنی ناعاقبت اندیشی سے کسی جارحیت کا ارتکاب کیا تو اُس کو انشاء اللہ اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی، پاکستان نہ صرف یہ کہ اپنی سرزمین کے چپے چپے کا دفاع کریگا بلکہ مظلوم کشمیری مسلمانوں کا بھی بھرپور طریقے سے ساتھ دیگا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ہماری مسلح افواج جدید ترین سامانِ حرب اور بہترین تربیت سے آراستہ ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ کہ ایمانی طاقت اور جذبۂ شہادت سے سرشار، جہادِ مقدس کے اِس جذبے کے سامنے سنگلاخ پہاڑ بھی ریت کے تودے ثابت ہوتے ہیں اور فولاد کی چادریں برف کی طرح پگھلتی ہیں، انشاء اللہ دشمن اپنی گھمنڈ کا خمیازہ بدترین ذلت کی شکل میں بھگتے گا۔

ان منڈلاتے خطرات کے پیشِ نظر ہم حکومتِ پاکستان کو اس کے نازک فرائض کیطرف توجہ دِلانا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اندرونِ ملک فضا میں جو تناؤ ہے اس کو ختم کیا جائے، باہمی

اعتماد کی فضاء پیدا کی جائے، امن وامان کی بگڑی ہوئی صورتِ حال کی اصلاح کی جائے۔ مہنگائی جو کمر توڑ رہی ہوئی ہے اس پر قابو پایا جائے، ملک میں دینی فضاء بری طرح مجروح ہوئی ہے اس کا موثر تدارک کیا جائے کہ یہی جذبہ دشمن کے مقابلہ میں موثر طاقت کی حیثیت رکھتا ہے۔

بین الاقوامی رائے عامہ ہموار کرنا بھی ناگزیر ہے اس کام کو نہایت دانشمندی اور سرگرمی سے کیا جائے اور سب سے اہم بات یہ کہ عالمِ اسلام ہماری قوت کا بڑا سرچشمہ ہے اس سرچشمہ کے ساتھ مضبوط وابستگی کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اس مقصد کیلئے پوری دلجمعی اور لگن سے کام کیا جائے۔

قوم کے ایک ایک فرد کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیئے اور خدانخواستہ اگر قومی ابتلاء کی کوئی ناخوشگوار صورت پیدا ہو جائے تو ذاتی مفادات واغراض سے بالاتر ہو کر جہاد مقدس کیلئے کمر بستہ ہونا چاہیئے۔

اپنے انفرادی واجتماعی گناہوں سے توبہ واستغفار اور اپنے ربِ کریم کی طرف عاجزی اور تضرع سے رجوع وانابت کامیابی کی اصل کلید ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر طرح کے داخلی وخارجی فتنے سے وطنِ عزیز کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

اللّٰهم انا نجعلك فى نحورهم ونعوذ بك من شرورهم

مولانا حق نواز کی شہادت:

پچھلے دنوں ملک کے ممتاز عالمِ دین جھنگ کے مولانا حق نواز صاحب مرحوم کو رات کے اندھیرے میں اس وقت قتل کیا گیا جب وہ ایک نکاح میں شرکت کیلئے گھر سے باہر نکل رہے تھے، ان پر خود کار آتشیں اسلحہ سے فائر کیا گیا اور وہ موقع پر جاں بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہ

مولانا مرحوم کا تعلق ضلع جھنگ سے تھا، خیر المدارس ملتان سے درسِ نظامی کے فارغ التحصیل فاضل تھے، اپنے آبائی علاقے جھنگ میں ان کا سابقہ جب فرقہ پرستانہ ماحول سے پڑا، جہاں غالی روافض کا تسلط ہے۔ آس پاس کے زمیندار اور جاگیردار زیادہ تر اہلِ تشیع کے مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کی سرپرستی میں مجتہدین برملا اہلِ سنت کی دل آزاری کرنے سے نہیں چوکتے۔ صحابہ کرامؓ پر تبرا کرنا شب وروز ان کا شیوہ ہے اور ان لوگوں کی اس ہرزہ سرائی کی وجہ سے وہاں کے مسلمان عذاب میں مبتلا ہیں، مولانا حق نواز کی دینی غیرت سے یہ گستاخی نہیں دیکھی گئی، اور انہوں نے اس طرزِ عمل کو چیلنج کیا، اس مقصد کیلئے انہوں نے سپاہ صحابہ کے نام سے ایک تنظیم بھی بنائی جس کی شاخیں بڑی سرعت

کے ساتھ ملک بھر میں قائم ہوگئیں۔

جھنگ میں جس طرح کے ماحول سے ان کو سابقہ پڑا تھا اس ماحول نے ان کے لب و لہجہ کو تلخ ضرور بنا دیا تھا لیکن عظمت صحابہؓ کے لئے اُن کے پُرخلوص جذبے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

مُلک کے کچھ دہشت گردوں نے ان کو ہٹ لسٹ پر رکھا ہوا تھا، مولانا مرحوم نے اپنی زندگی میں اس کی بوسونگھ لی تھی اور اپنے مختلف خطبوں میں انہوں نے اس کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ ان دہشت گردوں کی پشت پر غیر ملکی سازش کے اندیشے کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا۔

ملک کی سربرآوردہ شخصیات کے اس طرح برسرِعام قتل کے واقعات حکومت کیلئے ایک لمحۂ فکریہ ہیں، سوال یہ ہے کہ دہشت گردی کو اپنا دین قرار دینے والوں اور قیمتی جانوں کو خونخوار عصبیت کی بھینٹ چڑھانے والوں کو کب تک کھلی چھوٹ ملی رہے گی؟ انسانیت کے یہ سفاک قاتل کب تک ہماری قوم کے سینے پر سوار ہو کر دندناتے رہیں گے؟ کیا حکومت واقعۃً اس قدر بے بس ہو چکی ہے کہ وہ کسی معصوم جان کا تحفظ نہیں کرسکتی؟ اور نہ انسانیت کا مُنہ نوچنے والوں کو کیفرِ کردار تک پہنچا سکتی ہے؟

مولانا مرحوم نے جامِ شہادت نوش کرکے اپنے آپ کو ناموسِ صحابہؓ پر قربان ہونے والوں کی فہرست میں شامل کرلیا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کی اس بیش بہا قربانی کو فرقہ پرست شاتمین صحابہ کی رُسوائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

محمد تقی عثمانی
۱۷ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

اور اللہ کی نعمتیں

معارف القرآن : سورۃ الزخرف : آیت ٩ تا ٢٤

معارف و مسائل

جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا (تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا) مطلب یہ ہے کہ زمین کی ظاہری صورت اور اس کا آرام فرش کا سا ہے، لہٰذا یہ زمین کے گول ہونے کے منافی نہیں۔

وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ (اور تمہارے لئے وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہو) انسان کی سواریاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔

ایک وہ سواریاں جنہیں انسان اپنی صنعت و حرفت کے ذریعہ خود بناتا ہے اور دوسرے وہ حیوانات جن کی تخلیق میں انسانی صنعت کا کوئی دخل نہیں۔ "کشتیاں" بول کر سواریوں کی پہلی قسم مراد ہے اور "چوپائے" سے دوسری قسم، بہر حال مقصد یہ ہے کہ انسانی استعمال کی تمام سواریاں خواہ ان کی تیاری میں انسانی صنعت کو دخل ہو یا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہیں۔ چوپایوں کا نعمت ہونا تو بالکل ظاہر ہے کہ وہ انسان سے کئی گنا زائد طاقتور ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں انسان کے آگے ایسا رام کر دیا ہے کہ ایک بچہ بھی ان کے منہ میں لگام یا ناک میں نکیل ڈال کر جہاں چاہتا ہے، انہیں لے جاتا ہے۔ اسی طرح وہ سواریاں بھی اللہ کی بڑی نعمت ہیں، جن کی تیاری میں انسانی صنعت کو دخل ہے، ہوائی جہاز

سے لیکر معمولی سائیکل تک یہ ساری سواریاں اگرچہ بظاہر انسان نے خود بنائی ہیں لیکن ان کی صنعت کے طریقے سمجھانے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے؟ یہ وہ قادرِ مطلق ہی تو ہے جس نے انسانی دماغ کو وہ طاقت عطا کی ہے جو لوہے کو موم بنا کر رکھ دیتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی صنعت میں جو خام مواد استعمال ہوتا ہے وہ اور اس کے خواص و آثار تو براہِ راست اللہ تعالیٰ ہی کی تخلیق ہیں۔

ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ (اور تاکہ تم یاد کرو اپنے پروردگار کی نعمت کو) اس سے اشارہ فرمادیا گیا کہ ایک صاحب عقل و ہوش انسان کا کام یہ ہے کہ وہ منعمِ حقیقی کی نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے غفلت، بے پروائی اور استغنار کا مظاہرہ کرنے کے بجائے اس بات پر دھیان دے کہ یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے لہٰذا مجھ پر اس کے شکر کی ادائیگی اور عجز و نیاز کا اظہار واجب ہے۔ ایک کافر اور مومن میں درحقیقت یہی فرق ہے کہ کائنات کی نعمتوں کو دونوں استعمال کرتے ہیں لیکن کافر انہیں غفلت اور بے پروائی سے استعمال کرتا ہے اور مومن اللہ کے انعامات کو مستحضر کر کے اپنا سرِ نیاز اس کے حضور جھکا دیتا ہے، اسی مقصد سے قرآن و حدیث میں مختلف کاموں کی انجام دہی کے وقت صبر و شکر کے مضامین پر مشتمل دعائیں تلقین کی گئی ہیں اور اگر انسان اپنی روزمرہ زندگی میں اٹھتے، بیٹھتے چلتے پھرتے ان دعاؤں کو اپنا معمول بنالے تو اس کا ہر مباح کام بھی عبادت بن جاتا ہے۔ یہ دعائیں علامہ جزری کی کتاب "حصنِ حصین" اور حکیم الامت حضرت تھانوی کی "مناجاتِ مقبول" میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

سفر کے وقت کی دعائیں سُبْحٰنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا الخ (پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر کردیا) یہ سواری پر بیٹھ کر پڑھنے کی دعا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد روایات میں منقول ہے کہ آپ سواری پر بیٹھتے وقت یہ کلمات پڑھا کرتے تھے اور سوار ہونے کا پورا مستحب طریقہ حضرت علیؓ سے یہ منقول ہے کہ سواری پر پاؤں رکھتے وقت "بسم اللہ" کہے۔ پھر سوار ہوجانے کے بعد "الحمدللہ" اور اس کے بعد یہ کلمات سُبْحٰنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا سے لَمُنْقَلِبُوْنَ تک (قرطبی)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ اگر آپ کسی سفر پر جارہے ہوتے تو مذکورہ کلمات کے بعد یہ دعا بھی پڑھتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ
اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ۔

وَالْحُورِ بَعْدَ الْكُوْرِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (قرطبی)

وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ (اور ہم تو ایسے نہ تھے جو ان کو قابو میں کر لیتے) یہ بات مشینی سواریوں پر بھی اسی طرح صادق آتی ہے جس طرح جانوروں اور چوپایوں پر۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ اُن کا خام مواد پیدا نہ کرتا یا اس میں وہ خواص و آثار نہ رکھتا یا انسانی دماغ کو ان خواص کے دریافت کرنے کی طاقت نہ بخشتا تو ساری کائنات مل کر بھی ایسی سواریاں پیدا نہ کر سکتی تھی۔

وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (اور بلاشبہ ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں) ان الفاظ کے ذریعہ تعلیم یہ دی گئی ہے کہ انسان کو اپنے ہر دنیوی سفر کے وقت آخرت کا وہ کٹھن سفر یاد کرنا چاہیئے جو ہر حال میں پیش آکر رہے گا اور اُسے سہولت کے ساتھ طے کرنے کے لئے اعمالِ صالحہ کے سوا کوئی سواری نہیں ہوگی۔

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا (اور انہوں نے خدا کے بندوں میں سے خدا کا جزو ٹھہرایا) یہاں جزوؔ سے مراد اولاد ہے کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے اور "اولاد" کے بجائے "جزو" کا لفظ اختیار کر کے مشرکین کے اس دعوائے باطل کی عقلی تردید کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ کے کوئی اولاد ہو تو وہ اس کی جزو ہوگی کیونکہ بیٹا باپ کا جزو ہوتا ہے، اور یہ عقلی قاعدہ ہے کہ ہر کل اپنے وجود میں جزو کا محتاج ہوتا ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ بھی اپنی اولاد کا محتاج ہو۔ اور ظاہر ہے کہ کسی بھی قسم کی احتیاج شانِ خداوندی کے بالکل منافی ہے۔

اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ الخ (کیا جو آرائش میں نشوونما پائے) اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے زیور کا استعمال اور موافق شرع آرائش کے طریقے اختیار کرنا جائز ہے چنانچہ اس پر اجماع ہے لیکن ساتھ ہی پیرایۂ بیان یہ بتا رہا ہے کہ آرائش میں اتنا انہماک کہ صبح و شام بناؤ سنگھار ہی میں لگی رہے یہ مناسب نہیں بلکہ یہ ضعفِ عقل و رائے کی علامت بھی ہے اور اس کا سبب بھی۔

محمد تقی عثمانی
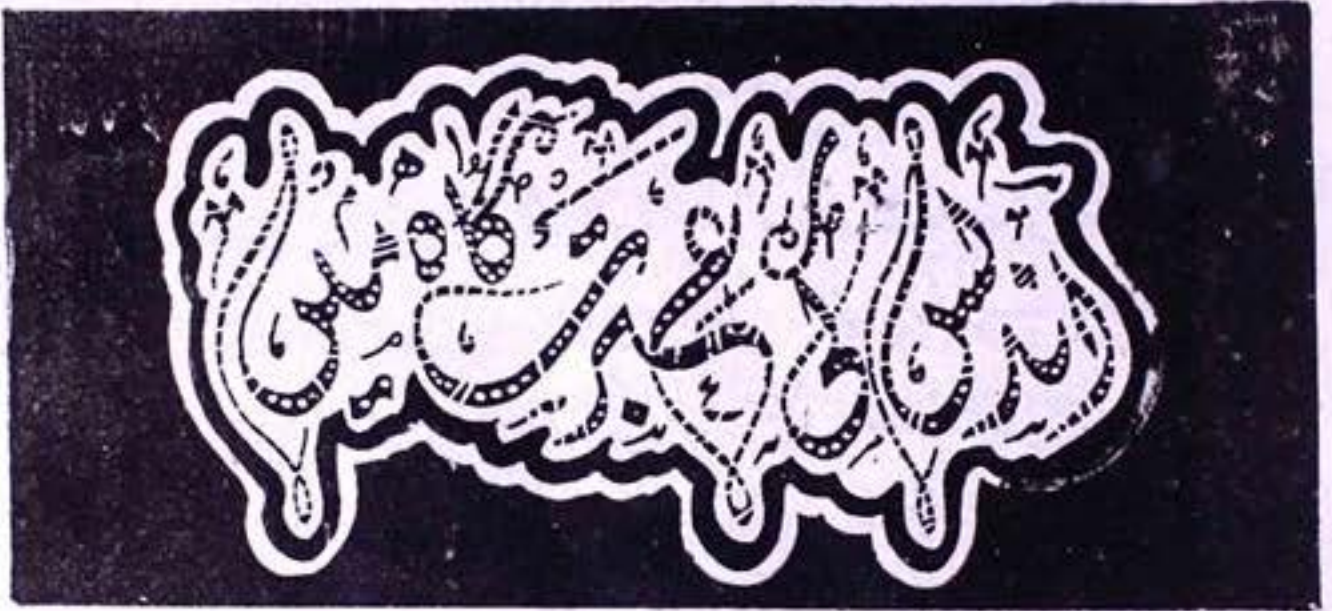
لوشہ میں:

ہم غروبِ آفتاب سے پہلے غرناطہ پہنچنا چاہتے تھے، اس لئے سعید صاحب کافی برق رفتاری سے کار ڈرائیو کر رہے تھے، اور ساتھ ساتھ میں انہیں اندلس کی تاریخ کے مختلف واقعات سنا رہا تھا جو وہ بڑی دلچسپی اور عبرت و حسرت کے ساتھ سن رہے تھے، تقریباً دو گھنٹے کے سفر کے بعد ایک بڑے شہر کے آثار شروع ہوئے، میں سمجھا کہ یہ غرناطہ کے مضافات ہوں گے، لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک نشانِ راہ پر اس شہر کا نام لوجا (LOJA) لکھا ہوا نظر آیا، اور میں ٹھٹک گیا۔ میرا اندازہ یہ تھا کہ یہ اندلس کے مشہور شہر لوشہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے، اور بعد میں تحقیق سے یہ اندازہ درست ثابت ہوا۔ یہ وہی لوشہ تھا جس کا ذکر نہ جانے کتنی مرتبہ کتابوں میں پڑھا تھا۔ اندلس کے مشہور مؤرخ، وزیر اور ادیب لسان الدین بن الخطیب (متوفی ۷۷۶ھ) یہیں کے باشندے تھے، وہی لسان الدین ابن الخطیب جن کی کتاب "الاحاطہ فی اخبار غرناطہ" غرناطہ کی مستند ترین تاریخ سمجھی جاتی ہے، اور جن کے تذکرے کیلئے مقری نے "نفح الطیب" کے نام سے اپنی مشہور کتاب (دس جلدوں میں) تالیف کی جو بعد میں پورے اندلس کی بہترین سیاسی، علمی، ادبی اور ثقافتی تاریخ بن گئی۔

یہ وہی لوشہ تھا جو مسلمانوں کے عہد میں صوبۂ غرناطہ کا نہایت ترقی یافتہ اور مشہور شہر سمجھا جاتا تھا، یہاں سے علم وادب کے بڑے شناور پیدا ہوئے، اور یہاں آخری دور میں عیسائیوں کے ساتھ جنگوں کے دوران سرفروشی وجاں بازی کی نہ جانے کتنی داستانیں لکھی گئیں، قشتالہ کے کیتھولک بادشاہ فرڈی ننڈ نے ۸۸۷ھ (۱۴۸۲ء) میں اس شہر پر حملہ کیا تو شیخ علی العطار کی قیادت میں کُل تین ہزار رضا کاروں نے اس کے سامنے اپنے عزم واستقلال کی سدِّ سکندری کھڑی کردی، ان سرفروشوں نے فرڈی ننڈ کے ٹڈی دل لشکر کو پسپا ہونے پر مجبور کردیا، اور اپنے خون پسینے سے اس شہر کی حفاظت کی، لیکن اس واقعے کے چار ہی سال کے بعد فرڈی ننڈ دوبارہ اس شہر پر حملہ آور ہوا، لیکن اس مرتبہ فرڈی ننڈ کے ساتھ تیر وتلوار سے زیادہ مکر وفریب اور اندرونی غداروں کی سازشوں کے ہتھیار تھے، جن کے نتیجے میں یہ شہر غرناطہ سے بھی پہلے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور ایسا نکلا کہ آج اس کا نام پہچاننے کیلئے بھی کتابوں کی ورق گردانی کی ضرورت پڑگئی ہے۔

غرناطہ لوشہ سے تقریباً پچیس میل کے فاصلے پر ہے، چنانچہ لوشہ سے روانہ ہونے کے بعد آدھے گھنٹے سے بھی کم میں ہم غرناطہ کے مضافات میں داخل ہوگئے۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد نہ کسی راستے کا کوئی علم تھا، نہ کسی ہوٹل کا پتہ۔ ایک چوراہے پر گاڑی کھڑی کرکے ایک قریبی دُکان سے کسی ہوٹل کا پتہ معلوم کرنا چاہا تو زبان نہ جاننے کی وجہ سے ناکامی ہوئی۔ یہاں انگریزی سمجھنے والے خال خال ہی ملتے ہیں، اور تقریباً پورے یورپ میں یہی حال ہے کہ برطانیہ کے سوا جس کسی ملک میں چلے جایئے، وہاں کے لوگ نہ صرف یہ کہ انگریزی نہیں سمجھتے، بلکہ انگریزی بولنا پسند بھی نہیں کرتے، ہر ملک اپنی زبان بولتا اور اس پر فخر کرتا ہے۔ یہ غلامانہ ذہنیت تو ہمارے ایشیائی اور افریقی ملکوں میں پائی جاتی ہے کہ انگریزی کو علم وکمال کا معیار سمجھ لیا گیا ہے، اسے بولنے لکھنے کو لوگ قابلِ فخر سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی خاطر اپنی اچھی خاصی زبان کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا گیا ہے، اور کسی معقول ضرورت کے بغیر اس میں انگریزی الفاظ ٹھونس کر اپنی زبان بھول بیٹھے ہیں۔

بہر صورت! قریبی دُکانوں پر کوئی شخص انگریزی میں بات کرنے والا نہ ملا۔ سعید صاحب نے کہا کہ کچھ فاصلے پر ایک سیاحت کا مرکز میں نے دیکھا تھا، وہاں کوئی انگریزی سمجھنے والا ضرور ہوگا، چنانچہ وہ گاڑی سے اُتر کر معلومات حاصل کرنے کیلئے چلے گئے، گاڑی چونکہ بے جگہ رُکی ہوئی تھی، اس لئے میں گاڑی میں بیٹھا رہا۔ اس دوران میں نے گردوپیش پر نگاہ ڈالی تو جس

سڑک پر ہم کھڑے تھے، اس کا نام ALPOJARA ROAD لکھا ہوا نظر آیا۔ یہ یقیناً "الفجارہ" کی بگڑی ہوئی شکل تھی، جو غرناطہ کا ایک قدیم علاقہ تھا۔

اسپین کے موجودہ ناموں میں جتنے نام AL سے شروع ہوتے ہیں، وہ سب عربی الاصل ہیں، اور غور کرنے سے ان کی عربی اصل آسانی سے معلوم ہو جاتی ہے۔

تھوڑی دیر میں سعید صاحب ہوٹل کی معلومات کر کے آئے تو پتہ چلا کہ غرناطہ میں سب سے بڑا ہوٹل لُز (LUZ HOTEL) ہے جو یہاں سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ معمولی تلاش سے ہمیں ہوٹل نظر آگیا، ہوٹل کے زیرِ زمین حصے میں پارکنگ کی بھی معقول جگہ موجود تھی، چنانچہ ہم گاڑی وہاں کھڑی کر کے ہوٹل میں آگئے۔ گیارھویں منزل پر قیام ہوا۔ ہم نے اپنے کمرے کی بالکونی سے باہر کی طرف جھانکا تو شہر غرناطہ کا ایک بڑا حصہ نظروں کے سامنے تھا جس میں کچھ قدیم طرز کی عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں، اور ان سب کے پیچھے کوہِ سیرانویدا کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیاں دعوتِ نظارہ دے رہی تھیں۔ غرناطہ شہر سیرانویدا کے دامن میں آباد ہے، ان برف پوش پہاڑیوں نے اپنے سامنے پھیلی ہوئی اس وادی میں انقلاباتِ عالم کے کتنے عبرتناک نظارے دیکھے ہیں، کتنے فاتحوں کے جلوس، کتنے مفتوحوں کے جنازے، یہاں کتنی تہذیبیں طرب کے شادیانے بجاتی ہوئی آئیں، اور بالآخر نوحہ و ماتم کی فضا میں دفن ہو گئیں۔ سیرانویدا کی یہ چوٹیاں صدیوں سے یہ تماشا دیکھ رہی ہیں، اور اگر ان میں زبان ہوتی تو کہتیں ؎

بازیچۂ اطفال ہے دُنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

غرناطہ رومی زبان میں انار کو کہتے تھے، اور اس شہر کا نام کسی نامعلوم مناسبت کی وجہ سے غرناطہ رکھا گیا تھا۔ جب ابتدا میں مسلمانوں نے اندلس فتح کیا تو اس نام سے کوئی شہر موجود نہیں تھا، اور جس علاقے میں آجکل غرناطہ واقع ہے، اُسے البیرہ کہا جاتا تھا۔ تقریباً چوتھی صدی ہجری میں شہر غرناطہ بسایا گیا تو شہر البیرہ اس میں مدغم ہو گیا، اور مجموعے کا نام غرناطہ مشہور ہو گیا۔ اُس وقت سے یہ شہر اندلس کا سب سے ترقی یافتہ اور سب سے حسین اور متمدن شہر قرار پایا جو اپنے قدرتی مناظر، اپنی آب و ہوا، اپنے طبعی اور انسانی وسائل، غرض ہر اعتبار سے ایک جنت نظیر شہر سمجھا جاتا تھا، اس شہر کے ایک سرے پر سیرانویدا کی چوٹیاں بھی تھیں جو جبل الشلیر کے کوہستانی سلسلے کا ایک حصہ ہیں، اور دوسری طرف ایک حسین دریا بھی تھا جسے دریائے شنیل کہتے تھے، اور آج اُسے XENIL کہا جاتا ہے۔ یہ وہی دریا ہے جس کے بارے میں لسان الدین بن الخطیب نے وہ مشہور ادبی جملہ کہا تھا کہ:

وما لمصر تفخر بنیلها ، والفٌ منه فی شنیلها

"مصر اپنے نیل پر کیا فخر کرسکتا ہے؟ کیونکہ غرناطہ اپنے شنیل
میں ایک ہزار نیل رکھتا ہے"۔

اس جملے میں لطیفہ یہ ہے کہ اہلِ مغرب کے یہاں حرف "شین" کے عدد ایک ہزار ہوتے تھے، اور چونکہ "نیل" میں شین کے اضافے سے "شنیل" بنتا ہے، اس سے لسان الدین نے یہ نکتہ پیدا کیا کہ "شنیل" کو "نیل" پر ہزار گنا فوقیت حاصل ہے۔

پہاڑ اور دریا کے علاوہ یہ شہر حسین مرغزاروں، شاداب سبزہ زاروں اور خوشنما آبشاروں کا شہر تھا، اور لسان الدین ہی نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا کہ :

بلد تحف بہ الریاض کأنہ	وجہ جمیل، والریاض عذارہ
وکأنما وادیہ معصم غادۃ	ومن الجسور المحکمات سوارہ

یعنی : "اس شہر کو ہر طرف سے باغات نے اس طرح گھیرا ہوا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ کوئی حسین چہرہ ہے، اور باغات اس کے رخسار ہیں۔ اور اس کا دریا کسی نازک اندام کی کلائی ہے، اور اس کے مستحکم پل اس کلائی کے کنگن ہیں"۔

قدرتی وسائل کے لحاظ سے بھی یہ علاقہ بڑا دولتمند تھا۔ یہاں سونے چاندی جیسے اور لوہے کی کانیں بھی تھیں، توتیا اور ریشم بھی پیدا ہوتا تھا، جنگلوں میں طرح طرح کی خوشبودار لکڑیاں بھی پائی جاتی تھیں، غرض اللہ تعالیٰ نے اس خطے کو ہر قسم کی ثروت سے مالا مال کیا تھا، اور اسی وجہ سے یہ مدتوں اندلس میں مسلمانوں کا پایۂ تخت رہا، اور جب اندلس کے دوسرے صوبوں سے مسلمانوں کے پرچم سرنگوں ہوئے تو اندلس کے ہر حصے کے مسلمانوں نے اسے اپنی آخری پناہ گاہ بنایا، اور اس طرح اس کی آبادی کہیں سے کہیں پہنچ گئی، اور یہ اندلس کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ ترقی یافتہ شہر بن گیا۔ یہاں علم وفضل کا وہ چرچا تھا کہ اس کی درسگاہیں اپنے اعلیٰ معیار کے اعتبار سے دنیا بھر میں مشہور ہوئیں، اور عیسائی یورپ کے شاہی خاندان کے لوگ یہاں تعلیم حاصل کرنے کو اپنے لئے سرمایۂ فخر سمجھنے لگے۔

اس علاقے پر مسلمانوں نے آٹھ سو سال سے زیادہ حکومت کی، اور تہذیب وتمدن کے وہ چراغ جلائے جو اس وقت کی دنیا میں بے مثال تھے، لیکن وسائلِ دنیا کی فراوانی نے جب انہیں عیش وعشرت کی راہ دکھائی، اور ان کی زندگی پر دین اور فکرِ آخرت کی گرفت ڈھیلی پڑنی شروع ہوئی تو تہذیب وتمدن کا یہ عروج انہیں زوال کے گڑھے میں گرنے سے نہ بچا سکا۔ غرناطہ جہاں

پہنچ کر کبھی غیر مسلم سفراء کی نگاہیں چکا چوند ہو جایا کرتی تھیں، وہی غرناطہ تھا جہاں ابو عبداللہ نے شہر کی چابیاں فرڈی نینڈ اور ازابیلا کو پیش کر کے جان کی امان پائی تو اسی کو اپنی سب سے بڑی کامیابی سمجھا۔ اور پھر یہ وہی غرناطہ تھا جس کے چوراہوں پر عربی کتابوں کی شکل میں علم وفضل کے ذخیرے ہفتوں تک جلتے رہے جس کی مسجدیں کلیسا بنادی گئیں، جس کے مسلمانوں کو بزورِ شمشیر عیسائی بنایا گیا، جس کی خواتین کی عصمت پر ڈاکے ڈالے گئے، اور مسلمانوں پر یہ زمین اس درجہ تنگ کر دی گئی کہ کچھ عرصے بعد یہاں کسی کلمہ گو کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ مسلمانوں کے عروج و زوال کی ایسی کرب انگیز تاریخ دنیا کے شاید کسی اور خطے میں پیش نہیں آئی ــــ میں اور سعید صاحب ہوٹل کی بالکونی میں کھڑے سیرانویدا اور اس کے دامن میں پھیلے ہوئے شہر کو دیکھتے رہے، اور چشمِ تصور کے سامنے ان سارے تاریخی واقعات کے سائے منڈلاتے رہے یہاں تک کہ ہمارے سامنے سورج غروب ہو گیا۔

ہم دوپہر کے وقت کوئی باقاعدہ کھانا نہیں کھا سکے تھے، اس لئے کسی قدر بھوک معلوم ہونے لگی تھی، خیال تھا کہ نیچے اتر کر کوئی حلال غذا تلاش کی جائے۔ ہمارے ہوٹل کا مطعم ابھی کھلا نہیں تھا، اس لئے سوچا کہ کسی اور قریبی ریسٹورنٹ میں کوئی چیز دیکھی جائے، اور اس بہانے شہر کی کچھ سیر بھی ہو جائے۔ چنانچہ ہم ہوٹل سے باہر نکلے تو یہ شہر کے وسط کا مصروف، بارونق اور فیشن ایبل علاقہ تھا۔ قریب کے جس کسی ریسٹورنٹ میں گئے، معلوم ہوا کہ وہ رات کو آٹھ بجے سے پہلے کھانے کیلئے نہیں کھلے گا، جس مین روڈ پر ہوٹل واقع تھا، ہم اسی پر چلتے رہے۔ تھوڑا سا آگے بڑھ کر ایک بورڈ نظر آیا جس پر "الحمراء" (ALHAMBRA) لکھا ہوا تھا، اور اس کے ساتھ ایک تیر کے نشان سے الحمراء جانے کیلئے راستے کی نشان دہی کی گئی تھی، ہم اس تیر کے نشان پر چل پڑے۔ تھوڑا سا مزید چلنے کے بعد ایک چوراہا آیا، اور وہاں سے الحمراء کی نشان دہی کرنے والا بورڈ دائیں جانب کی طرف اشارہ کرنے لگا۔ ہم اسی سمت مڑ گئے۔ یہ ایک نسبتہً چھوٹی سی سڑک تھی، جس کے دونوں طرف دکانوں کا ایک طویل سلسلہ تھا، اور اس کے دائیں بائیں قدیم طرز کی چھوٹی گلیاں بڑی تعداد میں موجود تھیں جن کا اندازِ تعمیر قدامت کی گواہی دے رہا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ غرناطہ کا قدیم علاقہ ہے۔ اسی سڑک پر ایک کافی ہاؤس میں ہم نے چائے پی، اور اس کے بعد اس جستجو میں آگے بڑھتے گئے کہ شاید یہاں قدیم زمانے کی کوئی یادگار ابھی موجود ہو۔

کچھ دور چلنے کے بعد ایک قدیم طرز کے چوک کے ایک کنارے پر پتھروں کی بنی ہوئی ایک عظیم الشان قدیم عمارت نظر آئی جو آس پاس کی تمام عمارتوں میں سب سے ممتاز اور سرافراز تھی، اور اس کے سرے پر اسی طرز کا ایک تکونا بلند مینار تھا جیسا مالقہ سے آتے ہوئے ہم راستے میں بہت سے مقامات پر دیکھ چکے تھے،

اندازِ تعمیر سے کچھ ایسا لگتا تھا جیسے یہ کوئی عالیشان مسجد ہو، ہم بڑے اشتیاق سے اس کی طرف بڑھے۔ اس کے دروازے پر دو تین سائل بیٹھے ہوئے بھیک مانگ رہے تھے۔ اور عمارت کا مرکزی دروازہ جو کتھئی رنگ کی مضبوط لکڑی کا بنا ہوا تھا، بند نظر آرہا تھا، لیکن کواڑوں کے بیچ میں ایک چھوٹا سا دروازہ کھلا ہوا تھا جس میں سر جھکا کر اندر جا سکتے تھے۔ ہم اندر داخل ہوئے تو ایک تاریک برآمدہ نظر آیا جس کے دائیں اور بائیں عمارت میں جانے کے بڑے دروازے تھے، بایاں دروازہ بند تھا، لیکن دائیں دروازے سے اندر داخل ہونا ممکن تھا، ہم نے اس دروازے سے اندر جھانکا تو دیکھا کہ وہ ایک کلیسا ہے۔ اور عیسائیوں کا ایک مجمع وہاں اپنی مذہبی رسوم ادا کر رہا ہے۔

ہم عمارت سے باہر آگئے، لیکن دل یہ گواہی دے رہا تھا کہ یہ عمارت کسی مسجد کی رہی ہوگی جسے بعد میں کلیسا بنا دیا گیا۔ یہ قیاس درست ثابت ہوا۔ تحقیق کرنے سے پتہ چلا کہ درحقیقت یہ عمارت "جامع غرناطہ" کی تھی۔ یہ کبھی غرناطہ جیسے شہر کی سب سے بڑی جامع مسجد تھی۔ دل پر ایک چوٹ سی لگی، جس عظیم مسجد میں توحید کے متوالوں نے صدیوں اپنے رب کے حضور سجدہ ہائے نیاز گذارے تھے، جہاں سے پانچ وقت اذان کی صدا بلند ہو کر پوری فضا کو پُر نور بناتی تھی، آج وہاں کفر و شرک کے تاریک سائے منڈلا رہے تھے ؎

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں

جن عیسائیوں نے اندلس کی سلطنت مسلمانوں سے چھینی تھی، وہ انتہائی متعصب، تنگ نظر اور تاریک خیال عیسائی تھے۔ انہوں نے یہاں برسرِ اقتدار آنے کے کچھ ہی عرصے کے بعد یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ ملک کی ہر مسجد کو کلیسا میں تبدیل کر دیا جائے، چنانچہ اندلس کی تمام پُرشکوہ مساجد کو کلیسا بنا دیا گیا تھا، چنانچہ یہ عظیم الشان مسجد بھی اسی ظالمانہ حکم کا نشانہ بنی۔ اور صرف یہی نہیں، غرناطہ کے عیسائی فاتح فرڈیننڈ اور ازابیلا کی قبریں بھی اسی مسجد میں بنائی گئیں۔ اسی متعصب طرزِ فکر کا یہ شاخسانہ ہے۔ اب اس سرزمین پر کوئی ایک مسجد بھی باقی نہیں رہی۔

بعض مغربی مصنفین نے مسجدوں کو کلیسا بنانے کے اس نصرانی طرزِ عمل کا دفاع کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ یہ دراصل عیسائیوں کی طرف سے انتقامی کارروائی تھی، کیونکہ مسلمانوں نے اپنے بہت سے مفتوحہ علاقوں میں کلیساؤں کو مسجدوں میں تبدیل کر دیا تھا۔ عیسائیوں نے جواباً اندلس میں وہی کام کیا اور مسجدوں کو کلیسا بنا دیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ عیسائیوں کی طرف سے یہ جواب دیہی حق و صداقت کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔

اوّل تو مسلمانوں کی طرف سے کلیساؤں کو مسجد بنانے کے واقعات تاریخ میں بہت کم ہیں، اور اندلس میں مساجد کے ساتھ جو کارروائی کی گئی کہ کسی ایک مسجد کا بھی نام و نشان نہیں چھوڑا گیا، اُس کی کوئی نظیر مسلمانوں کے فتح کئے ہوئے کسی ملک میں نہیں پائی جاتی۔ اسلام میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر کوئی

علاقہ مسلمانوں نے صلح سے نہیں، بلکہ بزورِ شمشیر جنگ کے ذریعے فتح کیا ہو، وہاں کی زمینوں اور عمارتوں پر اُنہیں شرعاً مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے، اس اختیار میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ غیر مسلموں کی کسی عبادتگاہ کو ضرورۃً ختم کردیں، یا مسجد میں تبدیل کرلیں۔ اس کے باوجود مسلمان فاتحین نے اس شرعی اختیار کو بہت کم استعمال کیا، بعض مقامات پر کسی ضرورت یا مصلحت کے تحت کلیسا کو مسجد بنایا گیا، لیکن غیر مسلموں کی بہت سی عبادت گاہیں اپنے حال پر چھوڑ دی گئیں۔

لیکن جو علاقہ صلح کے ذریعہ فتح ہوا ہو، بالخصوص جہاں غیر مسلموں کے ساتھ ان کی عبادت گاہوں کو محفوظ رکھنے کا معاہدہ کرلیا گیا ہو، اس علاقے کی عبادت گاہوں کو زبردستی ختم کرنے یا مسجد میں تبدیل کرنے کا کوئی ایک واقعہ بھی تاریخ میں کم از کم مجھے نہیں ملا۔

اس کے برعکس غرناطہ کو عیسائیوں نے جنگ سے نہیں بلکہ ایک تحریری معاہدے کے تحت صلحاً فتح کیا تھا۔ جس وقت فرڈی نند اور ازابیلا نے ابوعبداللہ سے الحمرا کا قبضہ لیا، اس سے پہلے وہ ایک تحریری معاہدے پر دستخط کرچکے تھے جو ۶۷ دفعات پر مشتمل تھا۔ اس معاہدے کی شرائط میں مندرجۂ ذیل امور پوری وضاحت کے ساتھ مذکور تھے:

(۱) مسلمان خواہ غریب ہوں یا امیر، ان کے جان و مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا، اور وہ جہاں چاہیں، سکونت اختیار کرنے کیلئے آزاد ہونگے۔

(۲) مسلمانوں کے مذہبی اُمور میں عیسائی دخل نہیں دیں گے، اور مذہبی قواعد کی ادائیگی میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کریں گے۔

(۳) مساجد اور اوقاف بدستور قائم رہیں گے۔

(۴) کوئی عیسائی مسجد میں گھسنے نہیں پائے گا۔

(۵) مسلمانوں کے معاملات میں شرعی قوانین کی پابندی کی جائے گی۔

(۶) جو عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں، انہیں دوبارہ عیسائی بننے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر کوئی مسلمان عیسائی ہونا چاہے تو ایک مسلمان اور ایک عیسائی حاکم اس کے حالات کی تفتیش کرکے یہ دیکھیں گے کہ اس معاملے میں اُس پر کوئی جبر تو نہیں کیا گیا۔[1]

ان شرائط پر دستخط کرنے کے بعد اس معاہدے کی حیثیت کاغذ کے ایک بے جان پُرزے سے زیادہ نہیں سمجھی گئی، معاہدے کی کوئی شرط ایسی نہیں تھی جس کی پوری ڈھٹائی کے ساتھ کھلم کھلا خلاف ورزی نہ کی گئی ہو۔ فرڈیننڈ، ازابیلا اور ان کے زمانے کے عیسائی پادریوں کی آنکھوں پر تو

---

[1] معاہدے کی یہ شرائط بہت طویل ہیں، یہاں صرف چند شرائط ذکر کیگئی ہیں، تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو نفح الطیب ص ۲۷۷ ج ۶ اور اردو میں "خلافتِ اندلس" از نواب ذوالقدر جنگ ص ۲۹۹

تعصب کی بدبودار پٹی بندھی ہوئی تھی، لیکن حیرت اُن نام نہاد "غیر جانبدار" مورخین پر ہے جو حق و انصاف کی اس انسانیت سوز پامالی میں بھی معقولیت یا انصاف کی کوئی پرچھائیں تلاش کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں۔

اِس واقعے کی اگر کوئی صحیح توجیہ ہو سکتی ہے تو وہ اس کے سوا نہیں کہ یہ مسلمانوں کی شامتِ اعمال تھی، اور بس!

بہر کیف! صدمہ و عبرت کی ایک دُنیا دِل میں لئے ہم اِس عمارت سے آگے بڑھے، اور دوبارہ الحمراء کا پتہ بتانے والے اشاروں کی پیروی کرتے ہوئے چلتے رہے۔ اور اس طرح یکے بعد دیگرے کئی سڑکوں اور گلیوں سے گذرنا ہوا، یہ سارا علاقہ غرناطہ کا قدیم علاقہ تھا۔ ایک جگہ اور ایک عظیم الشان قدیم عمارت نظر آئی۔ یہاں کچھ نوجوانوں کا ہجوم تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ ایک یونی ورسٹی ہے، بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس کا نام LA MADRAZA ہے۔ یہ "المدرسہ" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ مسلمانوں کے عہد میں یہ غرناطہ کا سب سے بڑا مدرسہ تھا جس میں صرف غرناطہ ہی کے نہیں، دُور دُور کے مغربی ملکوں کے طلبہ تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ خُدا جانے ہماری تاریخ کے کتنے بڑے بڑے علماء یہاں علم و فضل کے دریا بہاتے رہے ہوں گے۔ اب اُن کا شمار اور نام معلوم کرنا بھی ممکن نہیں۔ تصور میں علامہ شاطبیؒ، ابن الخطیبؒ اور ابوالحسن ابن الامامؒ جیسے علماء اور اُدباء چلتے پھرتے نظر آنے لگے۔

بعد میں غرناطہ کے تعارف پر ایک انگریزی کتابچے میں نظر سے گذرا کہ عہدِ اسلام میں یہ عمارت غرناطہ کی خوبصورت عمارتوں میں شمار ہوتی تھی، اس کا صدر دروازہ سنگِ مرمر کا تھا، اور اس پر گھوڑے کے نعل کی شکل میں ایک محراب تھی۔ چھت پر بڑی دلآویز مینا کاری تھی، اور کھڑکیوں پر عربی تحریریں کندہ تھیں۔ اسی کتابچے میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مسلمانوں کی بہت بڑی یونیورسٹی تھی جس میں ابن الفخار، ابن مرزوق، ابوالبرکات بلفنی، ابن الطاؤسی اور ابن فیقا نے تعلیم حاصل کی۔ یہ یونیورسٹی سلطان یوسف اوّل نے بنائی تھی۔ پھر عیسائیوں کے عہدِ حکومت میں چارلس اوّل نے ۱۵۲۶ء میں اسے ایک نئی یونی ورسٹی کی شکل دی، اور عمارت میں بھی ترمیمات کیں۔

"المدرسہ" سے آگے بڑھے تو پیچ در پیچ گلیوں سے ہوتے ہوئے ایک بار پھر ہم اسی مرکزی سڑک پر نکل آئے جو ہمارے ہوٹل کی طرف سے آرہی تھی، اِس سڑک کا اختتام ایک بڑے چوک پر ہُوا جس کے بیچوں بیچ ایک مجسمہ نصب تھا، اور ایک فوّارہ چل رہا تھا۔ اس چوک کا نام Bibrambla ہے، تحقیق سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے عہد میں یہ غرناطہ کا سب سے بڑا چوک تھا، اور اس کو "میدان باب الرملۃ" کہتے تھے، اور Bibrambla اسی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اس چوک سے کئی سڑکیں مختلف سمتوں میں نکل رہی ہیں، ان سڑکوں کے نام بھی پُرانے ہیں، مثلاً ایک سڑک کا نام

Zacatin ہے جو اصل میں شارع السقاطین تھی۔ ایک اور سڑک کا نام Boabdil ہے جو شارع ابو عبداللہ کہلاتی تھی۔

یہاں سے "الحمرا" کا بورڈ بائیں طرف کو اشارہ کر رہا تھا، ہم اسی طرف مڑ گئے۔ یہ ایک کشادہ سڑک تھی جس کی کشادگی تھوڑی دُور جاکر سڑک کے بیچ میں بنی ہوئی ایک عمارت نے ختم کردی تھی۔ اور سڑک اس عمارت کے بائیں جانب سے گذر کر تنگ ہوگئی تھی، اس تنگ سڑک کے دہانے پر ایک بورڈ نصب تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ سڑک ALBAICIN جارہی تھی۔

ALBAICIN دراصل غرناطہ کے قدیم محلے "حی البیازین" کی تحریف شدہ شکل ہے۔ یہ غرناطہ کا مشہور تاریخی محلہ تھا، اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دَور کے بہت سے آثار اس محلّے میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں سے سڑک قدرے تاریک ہوگئی تھی، اور یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ "حی البیازین" یہاں سے کتنی دُور ہے؟ اس لئے ہم آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے لوٹ آئے۔ یہاں سے بائیں ہاتھ ایک تنگ گلی قصر الحمراء کی طرف جارہی تھی، اس گلی میں مڑنے کے بعد دیکھا کہ یہ گلی کسی پہاڑ پر چڑھ رہی ہے، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ الحمراء یہاں سے کافی دُور تقریباً ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے، اور وہ شام پانچ بجے بند ہوجاتا ہے، اور صبح ساڑھے نو بجے سیاحوں کیلئے کھلتا ہے۔ ہمارا مقصد بھی اس وقت الحمراء جانا نہیں تھا، بلکہ اس کے اوقات وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا اور شہر کے اس قدیم علاقے کی سیر تھی۔ اس لئے ہم نے اسی گلی کی ایک دُکان سے غرناطہ کے تعارف پر مشتمل وہ کتابچہ خریدا جس کا ذکر پیچھے آچکا ہے، اور واپس ہوٹل کیلئے روانہ ہوگئے۔

الحمراء میں:

اگلی صبح ہم ناشتہ کے فوراً بعد ایک ٹیکسی کر کے "قصر الحمراء" کیلئے روانہ ہوگئے۔ جس سڑک تک ہم رات بدل آئے تھے وہاں سے سڑک مسلسل پہاڑ پر چڑھتی چلی گئی، یہاں تک کہ یہ بلند پہاڑ طے کرنے کے بعد اس کی چوٹی پر ٹیکسی نے ہمیں الحمراء کے دروازے پر اُتار دیا۔

یہ عظیم الشان تاریخی قلعہ اصلاً چوتھی صدی میں تعمیر ہوا تھا، اس کے بعد غرناطہ کے مختلف حکمران اس میں کمی بیشی کرتے رہے، یہاں تک کہ محمد بن الاحمر النصری نے ۶۳۵ھ میں اس میں بہت سے اضافے کر کے اسے مرکزِ سلطنت کی شکل دیدی، پھر ساتویں صدی ہجری کے آخر میں اس کے بیٹے محمد بن احمر نے جو "غالب باللہ" کے لقب سے مشہور تھا، اس قلعے میں وہ شاہی محل تعمیر کیا جو "قصر الحمراء" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بیٹوں نے اس محل میں طرح طرح کی جدتیں پیدا کر کے اُسے اپنے زمانے میں فنِ تعمیر و آرائش کا ایک شاہکار بنادیا۔

"الحمراء" کا پورا علاقہ جس میں قلعہ، شاہی محل اور باغات وغیرہ سب داخل ہیں، طول میں ۷۳۶ میٹر اور عرض میں تقریباً دو سو میٹر ہے، اور اس کے گرد ایک مضبوط فصیل ہے جس کے کچھ حصے ابھی تک باقی چلے آتے ہیں۔ ٹیکسی ہمیں اس فصیل کے اندر مختلف خوشنما باغوں سے گذار کر اس جگہ لے آئی تھی جہاں سے قلعے اور محل کی اصل عمارتیں شروع ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ ابھی قلعے کا دروازہ بند ہے، اور تقریباً پندرہ منٹ بعد کھلے گا۔ وہ "الحمراء" جس کا ذکر بچپن سے تاریخوں میں پڑھتے آئے تھے، ایک پیکرِ عبرت کی صورت میں نظروں کے سامنے تھا۔ یہ "تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ" کی ایک محسوس تفسیر تھی، اس پُر شکوہ عمارت کے سامنے یا اس کے اندر کبر و نخوت کے کتنے پیکر "انا ولا غیری" کے نعرے لگاتے رہے، اور کتنے متکبّروں کا غرور اس کی دہلیز پر خاک میں مل گیا، یہاں کتنے سروں پر بادشاہت کا تاج رکھا گیا، اور کتنے تاجوروں کے سر اُتارے گئے۔ تاریخ کے نہ جانے کتنے راز اپنے کھنڈروں میں چھپائے یہ عمارت آج بھی کھڑی ہے، اور ہر دیکھنے والے کو عبرت و بصیرت کا درس دے رہی ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد قلعے کا دروازہ کھلا تو اس میں داخل ہونے والے سب سے پہلے ہم تھے۔ قدم قدم پر شکستہ عمارتیں عہدِ ماضی کی داستانیں سنا رہی تھیں، دروازے سے قریب ترین تاریخی جگہ "برج الحراسہ" ہے جو "الحمراء" کا سب سے بلند برج ہے۔ اور جسے "القصبہ" بھی کہا جاتا ہے، اسی برج پر کبھی مسلمانوں کا پرچم لہرایا کرتا تھا، لیکن جب غرناطہ کے آخری حکمران ابو عبداللہ نے فرڈی ننڈ کو الحمراء کی چابی کا "تحفہ" چاندی کی طشتری میں رکھ کر پیش کر دیا تو فرڈی ننڈ نے سب سے پہلا فاتحانہ قدم یہ اٹھایا کہ اس برج سے مسلمانوں کا پرچم اُتروا کر پادریوں کے ہاتھوں یہاں ایک لکڑی کی صلیب نصب کی۔ وہ دن اور آج کا دن یہ صلیب یہاں نصب چلی آ رہی ہے۔ اور الحمراء میں داخل ہونے والے کسی مسلمان سیاح کا دل چھلنی کرنے کیلئے کافی ہے۔

"برج الحراسہ" کا یہ حصہ "الحمراء" کا فوجی اور دفاعی حصہ تھا، اس کے آس پاس بھی فوجی انداز کی عمارتوں کے باقی ماندہ آثار موجود ہیں۔ "الحمراء" کا شاہی محل یہاں سے مشرق میں کچھ فاصلے پر واقع ہے، اور راستے میں متعدد بوسیدہ عمارتوں اور کھنڈروں سے گذرنا پڑتا ہے۔ کہیں چھوٹے چھوٹے کمروں کی شکستہ دیواریں، کہیں گہرے گہرے سلاخوں کے پیچھے بنی ہوئی کوٹھریاں جو قید خانے کے طور پر استعمال ہوتی ہونگی، کہیں گہرے گہرے کنویں، کہیں سرنگیں اور خفیہ راستے۔ کہیں چڑھتے اترتے زینے۔ کہیں فصیل پر بنی ہوئی دفاعی چوکیاں۔ غرض ایک دفاعی قلعے کا پورا نقشہ اپنی شکوہ سامانیوں کے ساتھ موجود ہے۔ کبھی یہاں عام آدمیوں کو پر مارنے کی اجازت نہ ہوگی، لیکن آج ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کچھ بچے گھروندوں کا کھیل کھیلتے کھیلتے اچانک آپس میں لڑ بیٹھے ہوں، اور ان گھروندوں کو اُلٹ پلٹ کر کہیں چلے گئے ہوں۔

فوجی قلعے اور شاہی محل کا درمیانی فاصلہ طے کرنے کے بعد محل میں داخل ہونے کیلئے ایک در دروازہ ہے، اور یہاں سے وہ عظیم الشان محلات شروع ہوتے ہیں جن کے حُسن و جمال کی وجہ سے الحمرا دُنیا بھر میں مشہور ہوا۔ سب سے پہلے محل کا وہ حصہ آتا ہے جسے تاریخوں میں "ماسرہ" یا "مربض الاُسود" کہا گیا ہے۔ یہ خوشنما محرابوں والے چار برآمدوں میں گھرا ہوا ایک صحن ہے جس کے بیچ میں ایک حوض ہے۔ اس حوض کے نیچے چاروں طرف شیر نما مجسمے بنے ہوئے ہیں جن کی آنکھیں، ناک اور چہرے کے نقوش غالباً بالارادہ نہیں بنائے گئے تاکہ بُت کی شکل نہ بن جائے۔ ان کے منہ کی جگہ سے پانی فواروں کی شکل میں اُبلتا رہتا ہے، یہ محل کا نہایت خوبصُورت حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی کے متصل محل کا وہ حصہ بھی ہے جسے "قاعۃ السُّفراء" کہا جاتا ہے، اور جہاں بادشاہ غیر ملکی سفیروں سے ملاقات کیا کرتا تھا۔ اس کی دیواروں پر پوری سورۂ ملک خوبصورت خط میں لکھی ہوئی ہے۔ یہیں بیگمات کے کمرے بھی ہیں، شاہی حمام بھی ہیں۔ ان تمام عمارتوں میں حسین ترین سنگِ مرمر استعمال ہوا ہے، اور پتھروں کی اتنی نفیس میناکاری کی گئی ہے کہ آج کے مشینی دَور میں بھی پتھر کو اس طرح موم بنانے کا تصور مشکل ہے۔ دیواروں اور چھتوں پر ہر جگہ "لاَ غالِبَ اِلاَّ اللّٰہ" خوبصورت عربی خط میں لکھا ہوا ہے جو بنی احمر کا شعار تھا، اور الحمرا کے آخری انجام پر بھرپور تبصرے کی حیثیت رکھتا ہے۔ کمرے میں پتھروں کو تراش تراش کر اندلسی خط میں عربی قصیدہ بھی لکھا ہوا ہے جسے پورا پڑھنے کیلئے بھی طویل وقت درکار ہے۔ یہیں وہ مشہور "قاعۃ الاختین" (Two Sisters Hall) بھی ہے جو بالکل ایک جیسے مرمر کے دو پتھروں سے بنا ہوا ہے، اسی خصوصیت کی وجہ سے اسے "دو بہنوں کا ہال" کہتے ہیں۔ اور غرناطہ کے آخری تاجدار ابوعبداللہ کی غم زدہ ماں جو ابوالحسن جیسے مجاہد بادشاہ کی بیوی تھی، اور عیسائیوں کے ساتھ ابوعبداللہ کے تعلقات اُسے ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے، اسی کمرے میں رہا کرتی تھی۔ ان میں سے بیشتر عمارتوں کی شمالی کھڑکیاں غرناطہ شہر کی طرف کھلتی ہیں جہاں سے پہاڑ کے دامن میں غرناطہ کا مشہور محلّہ "حی البیازین" پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ اور یہاں سے محل کے باشندے شہر کی مجموعی کیفیت کا ہر وقت مشاہدہ کر سکتے تھے۔

ان محلاتی عمارتوں کے ساتھ بڑے خوبصورت پائیں باغ بنے ہوئے ہیں جہاں سے ایک طرف سیرا نویدا کی دلفریب چوٹیوں اور دُوسری طرف الحمرا کی حسین عمارتوں کا منظر نگاہوں کے سامنے رہتا ہے۔ آج بھی جبکہ یہ باغ ویران پڑے ہیں، ایک سیاح ان کے خوشنما نظارے سے محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ خدا جانے اپنے عہدِ شباب میں ان کے حُسن و جمال کا عالم کیا ہوگا؟

الحمرا کے شمال مشرق میں ایک مستقل ٹیلے پر عمارتوں اور باغات کا ایک اور سلسلہ ہے جسے "جنۃ العریف" (GENERALIFE) کہا جاتا ہے۔ غرناطہ کے کسی حکمران نے یہ شاندار باغ ایک شاہی تفریح گاہ کے طور پر

تعمیر کیا تھا۔ سیرانویدا کے ڈھلان پر یہ کئی خوبصورت محل نما عمارتوں پر مشتمل ہے۔ اور ان عمارتوں کے سامنے انواع و اقسام کے درختوں اور پودوں سے بڑے حسین سبزہ زار بنائے گئے ہیں اس عمارت کے مرکزی دروازے سے محل کی عمارت تک ایک طویل راہداری تمامتر سبز بیلوں سے بنی ہوئی ہے اس کی دیواریں، چھت اور درمیانی محرابیں سب سبزے کو اس طرح تراش کر بنائی گئی ہیں کہ انسان اس کے بنانے والوں کی خوش مذاقی کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اس خوبصورت محل اور اس کے ساتھ اندلس کی آٹھ سو سالہ تاریخ کو عیسائیوں کے رحم و کرم پر چھوڑتے ہوئے مسلمانوں کے دل پر کیا گذری ہوگی؟ اس کے تصور ہی سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ خود ابو عبد اللہ جس کی حماقت اور نااہلی سقوطِ غرناطہ کا سب سے بڑا ظاہری سبب تھی، جب الحمرا چھوڑ کر جانے لگا تو ایک ٹیلے کی بلندی سے جب اس نے الحمرا پر آخری نظر ڈالی تو وہ اپنے آنسو ضبط نہ کر سکا، اور بچوں کی طرح رونے لگا۔ اس کی والدہ ملکہ عائشہ جو اپنے بیٹے کی نااہلیوں کو مدت سے دیکھتی آرہی تھیں، انہوں نے اُسے روتے دیکھا تو کہا کہ "بیٹا! جب تم مردوں کی طرح میدانِ جنگ میں کوئی کارنامہ نہ دکھا سکے تو بچوں کی طرح رونے سے کیا فائدہ؟"

دن کے تقریباً گیارہ بجے ہم الحمرا سے واپس ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے۔ ہوٹل سے سامان لیکر تہ خانے میں کھڑی ہوئی کار میں سوار ہو گئے۔ اب ہماری منزل قرطبہ تھی جو یہاں سے تقریباً دو سو کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

جدید ترقی یافتہ ملکوں میں سڑکوں کا نظام اتنا آسان بنا دیا گیا ہے کہ ایک اجنبی سے اجنبی آدمی کو بھی راستہ تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی، چنانچہ غرناطہ کی آبادی ہی سے ہمیں قرطبہ جانیوالی شاہراہ کے اشارے ملتے گئے، اور بالآخر ہم اس سڑک تک پہنچ گئے جو قرطبہ جارہی تھی۔

غرناطہ سے نکلنے کے کچھ دیر بعد الپاسر سبز پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا جس میں حدِ نظر چھوٹے چھوٹے پہاڑ اور ان کی درمیانی وادیاں سبزہ و گل کے لباس میں ملبوس نظر آرہی تھیں سڑک ایک پہاڑ کا طواف کرتے ہوئے اس کی چوٹی تک جاتی، پھر اسی طرح نیچے کسی وادی میں اُتر جاتی، اور وہاں سے کوئی دوسرا پہاڑ سامنے آجاتا۔ ان پہاڑوں کی شکل میں قدرت نے غرناطہ کے دروازے پر پہرہ دار کھڑے کئے ہوئے تھے، اور سقوطِ غرناطہ سے پہلے مدتوں بہت سے مجاہدین نے ان پہاڑوں پر دشمن کا راستہ روکے رکھا۔

پہاڑی علاقے کے ختم ہونے کے بعد یکے بعد دیگرے بہت سی بستیاں راستے میں پڑتی رہیں، اور ہر بستی میں کسی پہاڑ کی چوٹی پر ایک نمایاں کلیسا ضرور ملتا تھا جس کا مینار اسی طرح کا ہوتا جیسا ہم مالقہ سے آتے ہوئے دیکھتے آئے تھے، اور غالب گمان یہی ہے کہ مسلمانوں کے عہد میں یہ کوئی مسجد رہی ہوگی جسے بعد میں عیسائیوں نے کلیسا میں تبدیل کر دیا۔

تقریباً تین گھنٹے سفر کرنے کے بعد ہمیں افق پر شہر قرطبہ کے آثار نظر آنے لگے۔

۲۵

مولوی محمد زبیر اشرف عثمانی
دارالعلوم کراچی ۱۴

عید اور شوال کے فضائل

اسلام نے پورے سال میں عید کے دو دن مقرر کئے ہیں ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ کا اور ان دونوں عیدوں کو ایسی اجتماعی عبادات کا صلہ قرار دیا ہے جو ہر سال انجام پاتی ہیں اس لئے ان عبادات کے بعد ہر سال یہ عید کے دن بھی آتے رہتے ہیں۔

عید الفطر تو رمضان المبارک کی عبادات صوم وصلوٰۃ کی انجام دہی کے لئے توفیق الٰہی کے عطا ہونے پر اظہار تشکر و مسرت کے طور پر منائی جاتی ہے اور عید الاضحیٰ اس وقت منائی جاتی ہے جبکہ مسلمانان عالم اسلام کی ایک عظیم الشان عبادت یعنی حج کی تکمیل کر رہے ہوتے ہیں اور ان عبادات پر خوشی کوئی دنیوی خوشی نہیں بلکہ یہ ایک دینی خوشی ہے اس لئے اس خوشی کے اظہار کا طریقہ بھی دینی ہونا چاہیئے اس لئے ان دونوں عیدوں میں اظہار مسرت اور خوشی کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور نماز عیدین میں سجدۂ شکر بجالائے اور اظہار شکر کے طور پر عید کے دن صدقۂ فطر اور عید الاضحیٰ کے دن بارگاہ خداوندی میں قربانی پیش کیجائے۔

عید کا دن مسلمانوں کے لئے عیسائیوں یہودیوں یا دیگر اقوام کے تہواروں کی طرح کا محض ایک تہوار نہیں، بلکہ یہ دن مسلمانوں کی عبادت کا دن بھی ہے اور مسرت کا بھی، ان مسرتوں کا آغاز ایک خاص شان وصفت کی عبادت نماز عیدین سے کیا جاتا ہے جسے تمام مسلمان ملکر اپنے رب کریم کے حضور ایک ساتھ ادا کرتے ہیں مسلمانوں کی یہ اجتماعی عبادت جہاں اللہ تعالیٰ کے حضور شکرانے کے طور پر ادا کیجاتی ہے وہاں یہ عبادت اسلامی اخوت اور بھائی چارے کا بھی درس دیتی ہے

کہ تمام مسلمان رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر علاقائیت اور قومیت کے تصورات کو چھوڑ کر ایک صف میں شانہ بشانہ اپنے رب کریم کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں عید کے دن مسلمانوں کا یہ عظیم الشان اجتماع اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ مسلمان ایک قوم ہیں ان کے اندر رنگ و نسل اور علاقائیت قومیت کی کوئی تفریق نہیں اور تمام مسلمان باہم بھائی ہیں ۔

شبِ عید کی فضیلت

عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال

من قام لیلتی العید محتسبا لم یمت قلبہ یوم تموت القلوب"۔

(الترغیب الترہیب ج ۲ صـ۱۵۲)

ترجمہ : ———— حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دونوں عیدوں (یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں میں ثواب کی نیت سے عبادت کی تو اس کا دل اس دن نہیں مرے گا ۔ جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے ۔"

تشریح : ———— مطلب یہ ہے کہ ان راتوں کو عبادت الٰہی میں مصروف رکھے نماز تلاوت اور ذکر و دعا کرتا رہے " ان راتوں میں عبادت کرنیوالے کا دل نہ مرے گا " اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے خوفناک، ہولناک اور دہشتناک دن میں جبکہ ہر طرف خوف و ہراس گھبراہٹ اور دہشت پھیلی ہوگی لوگ بدحواس ہوں گے اس دن میں حق جل شانہ اس کو نعمت والی اور پر سعادت زندگی سے سرفراز فرمائیں گے ۔ ————

وروی عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احیا اللیالی الخمس وجبت لہ الجنۃ لیلۃ الترویۃ ولیلۃ العرفۃ ولیلۃ النحر ولیلۃ الفطر ولیلۃ النصف من شعبان ۔ (الترغیب والترہیب ج ۲ صـ۱۵۲)

ترجمہ : ———— حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے پانچ راتیں زندہ رکھیں اس کے لئے جنت واجب ہوگئی (وہ پانچ راتیں یہ ہیں) آٹھ ذی الحجہ کی رات، عرفہ کی رات بقرعید کی رات، عید الفطر کی رات اور پندرہویں شعبان کی رات ۔

تشریح : مذکورہ حدیث میں ان پانچ راتوں کی ایک خاص فضیلت یہ بیان فرمائی ہے

کہ جو شخص ان پانچ راتوں میں جاگ کر ذکر الٰہی اور عبادت میں لگا رہے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنا خاص انعام یہ نازل فرمائیں گے کہ اسے جنت کی دولت سے مالا مال فرما دیں گے پورے سال میں سے صرف ان پانچ راتوں میں جاگ کر عبادت کرنا کوئی مشکل اور دشوار کام نہیں ہے۔ اگر ہم اپنا جائزہ لیں اور ارد گرد کے ماحول پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ہم لوگ دنیاوی نفع اور فائدہ کی خاطر پوری پوری رات جاگ کر گزار دیتے ہیں بعض ملازمت پیشہ حضرات ملازمت کی وجہ سے پوری رات جاگتے ہیں بعض تو صرف کھیل تفریح اور گپ شپ کے لئے پوری پوری رات برباد کر دیتے ہیں لیکن آخرت کے ہولناک دن سے بچنے، پاکیزہ زندگی حاصل کرنے اور مقام جنت پانے کے لئے ہمارے لئے جاگنا دوبھر ہو جاتا ہے حالانکہ اگر نفس و شیطان کا مقابلہ کر کے ہمت کیجائے تو یقیناً ان مبارک راتوں کو ذکر الٰہی سے ترو تازہ رکھا جا سکتا ہے۔ اسی لئے اس رات کا نام " لیلۃ الجائزہ " رکھا گیا ہے یعنی انعام کی رات "کیونکہ اس رات میں عبادت کرنے والے کو اللہ رب العزت بہت انعام واکرام سے نوازتے ہیں۔

شبِ عید کی بے قدری

اوپر کی ذکر کردہ احادیث سے معلوم ہوا کہ عید کی رات کتنی فضیلت والی رات ہے اور کس قدر اہم رات ہے مگر نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہم نے اس مبارک رات کی فضیلتوں اور برکتوں سے اپنے آپ کو محروم کیا ہوا ہے اس مبارک رات کو طرح طرح کی لغو اور فضول باتوں اور فضول خرچیوں میں برباد کر دیا جاتا ہے۔ عید کا چاند نظر آتے ہی بے شمار لوگ بازار کا رخ کرتے ہیں اور رات کا بیشتر حصہ ان بازاروں میں برباد کر دیا جاتا ہے اور بازار جہاں طرح طرح کے گناہ ہوتے ہیں جہاں بے پردگی کا سیلاب ہوتا ہے ریکارڈنگ اور دیگر بیشمار قسم کے گناہ ہوتے ہیں جسمیں انسان مبتلا ہو جاتا ہے بہت سے لوگ اس رات کو وڈیو فلمیں دیکھتے ہوئے گذار دیتے ہیں۔ غرض چاند رات میں اس طرح کے اور بیشمار فضول کام کئے جاتے ہیں ان سب چیزوں سے بچنا ضروری ہے اگر اس مبارک رات میں نیک کام کی توفیق نہ ہو تو کم از کم یہ کوشش کیجائے کہ گناہ میں تو مبتلا نہ ہوں غلط کاموں میں لگنے سے بہتر تو یہ ہے کہ عشاء کی نماز جماعت سے پڑھکر آرام کرے اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لے، اتنا کر لینے سے بھی اس رات کی فضیلت اور ثواب سے محرومی نہ ہوگی۔

عید کے دن کی فضیلت

عید کا دن بھی بہت زیادہ فضیلت کا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ خصوصیت

سے اپنے بندوں پر بہت زیادہ انعامات اور مغفرت فرماتے ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہوگی۔

" ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عید کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستوں کے سروں پر بیٹھ جاتے ہیں اور پکارتے ہیں کہ اے مسلمانوں کے گروہ چلو رب کریم کی طرف جو نیکی (کی توفیق دیکر) احسان کرتا ہے پھر اس پر بہت ثواب دیتا ہے (یعنی خود ہی عبادت کی توفیق دیتا ہے پھر اس پر خود ہی ثواب عنایت فرماتا ہے) اور فرشتے کہتے ہیں کہ تم کو رات میں قیام کا حکم دیا گیا تو تم نے قیام کیا اور تم کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے روزے رکھے اور اپنے پروردگار کی اطاعت کی، پس تم انعام حاصل کرو، پھر جب نماز پڑھ چکتے ہیں تو فرشتہ پکارتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ بے شک تمہارے رب نے تم کو بخش دیا۔ اور تم اپنے گھر کی طرف کامیاب ہو کر لوٹو بس یہ "یوم الجائزہ" ہے اور اس دن کا نام آسمان میں "یوم الجائزہ" "انعام کا دن" رکھا جاتا ہے۔

(الترغیب بحوالہ طبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے پھر جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام "مثیرہ" ہے (اس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دلآویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی، پھر خوبصورت آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑی ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تاکہ حق تعالیٰ شانہ اس کو ہم سے جوڑ دیں پھر حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے؟ وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ یہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے کھول دیئے گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ رضوان سے فرمادیتے ہیں کہ جنت کے دروازے کھول

دے اور "مالک" (جہنم کے داروغہ) سے فرما دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کر دے، اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور ان کے گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزوں کو خراب نہ کریں، حق تعالیٰ شانہٗ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ "ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں! ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں، ہے کوئی مغفرت کا طلبگار کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ کون ہے جو غنی کو قرض دے؟ ایسا غنی جو نادار نہیں، ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ رمضان شریف میں افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں، اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرماتے ہیں وہ ایک بڑے لشکر کیساتھ زمین پر اترتے ہیں ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو کعبہ کے اوپر گاڑ دیتے ہیں حضرت جبرئیل السلام کے سو بازو ہیں جن میں سے دو بازو وہ صرف اسی رات میں کھولتے ہیں جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں پھر حضرت جبرئیل السلام فرشتوں کو تقاضہ فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو، اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں، صبح تک یہی حالت رہتی ہے جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت اب کوچ کرو اور چلو، فرشتے حضرت جبرئیل السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ ——— اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار (قسم کے) لوگوں کے علاوہ سب کو معاف فرما دیا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت فرمایا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ چار (قسم کے) لوگ کون ہیں،

ارشاد ہوا۔

- ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو۔
- دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔
- تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی (رشتہ داروں سے بدسلوکی اور قطع تعلق) کرنے والا ہو۔
- چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا اور جھگڑالو ہو۔

پھر جب عیدالفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) رکھا جاتا ہے، جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں، وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جن کو انسان اور جنات کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس رب کریم کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانیوالا ہے اور بڑے بڑے قصور کو معاف کرنیوالا ہے پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں اس مزدور کا بدلہ کیا ہے جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دیجائے تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کردی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کروگے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کروگے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم جب تک میرا خیال رکھوگے میں تمہاری لغزشوں کی پردہ پوشی کرتا رہوں گا اور ان کو چھپاتا رہوں گا میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا نہ کروں گا بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ تم نے مجھے راضی کردیا اور میں تم سے راضی ہوگیا، پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو فطر کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔

(الترغیب ج ۲ ص ۹۹)

ان مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ عید اور شب عید دونوں ہی بہت فضیلت و اہمیت کی حامل ہیں اور یہ انعامات الٰہی کی وصولی اور خوشنودی حاصل ہونے کا مبارک دن ہے مگر ہماری شامت اعمال یہ ہے کہ ہم ان مبارک شب و روز میں غلط قسم کے کاموں اور گناہوں میں ایسے منہمک ہو جاتے ہیں کہ اس دن بجائے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتے ہیں۔

عید کی سُنتیں

—— عید کے دن تیرہ چیزیں سنت ہیں۔

(۱) شریعت کے موافق اپنی آرائش کرنا۔
(۲) غسل کرنا۔
(۳) مسواک کرنا۔
(۴) جو بہتر کپڑے اپنے پاس موجود ہوں وہ پہننا۔
(۵) خوشبو لگانا۔
(۶) صبح کو سویرے اٹھنا۔
(۷) عید گاہ میں سویرے پہنچنا۔
(۸) عید الفطر میں صبح صادق کے بعد عید گاہ میں جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا۔
(۹) عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا۔
(۱۰) عید کی نماز (مسجد کے بجائے) عید گاہ یا کھلے میدان میں پڑھنا۔
(۱۱) ایک راستہ سے عید گاہ میں جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔
(۱۲) عید الفطر کے دن عید گاہ جاتے ہوئے راستہ میں " اَللّٰہُ اَکْبَر اللّٰہُ اَکْبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وَاللّٰہُ اَکْبَر اللّٰہ اکبر وَلِلّٰہِ الْحَمْد - آہستہ آہستہ کہتے ہوئے جانا اور عید الاضحیٰ میں بلند آواز سے کہتے ہوئے جانا۔
(۱۳) سواری کے بغیر پیدل عید گاہ میں جانا (اگر عید گاہ زیادہ دور ہو، یا کمزوری کے باعث عذر ہو تو سواری میں مضائقہ نہیں) (مراقی الفلاح ص ۳۱۸)

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

عید الفطر کے بعد مزید چھ دن کے روزے رکھنا بہت فضیلت اور ثواب کا کام ہے احادیث میں اس کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے جو مندرجہ ذیل احادیث سے معلوم ہوگی۔
عید الفطر کے بعد کے یہ چھ روزے ماہ شوال میں رکھے جائیں خواہ مسلسل کر کے رکھے جائیں

یا وقفہ وقفہ سے رکھے جائیں غرض یہ کہ اس ماہ میں چھ روزوں کی تعداد پوری ہو جائے ۔

عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال کان کصیام الدھر۔

(الترغیب بحوالہ مسلم شریف ج ۲ ص ۱۱۱)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے رکھے پھر چھ روزے شوال کے مہینہ میں رکھے تو یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ اس نے سال بھر روزے رکھے ۔

پورے سال روزہ رکھنے کا جتنا ثواب ہے اس کے برابر ثواب شوال کے مہینہ میں چھ دن کے روزے رکھنے کا ملتا ہے ایک اور حدیث میں ارشاد ہے ۔

وروی عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان واتبعہ ستا من شوال خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ ۔ (الترغیب بحوالہ طبرانی ج ۲ ص ۱۱۱)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے مہینہ میں چھ روزے رکھے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو ۔

یعنی بچہ ماں کے پیٹ سے جیسا گناہوں سے پاک صاف پیدا ہوتا ہے اسی طرح رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال میں چھ روزے رکھنے سے بھی وہ گناہوں سے اسی طرح پاک صاف ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

مولانا عبداللہ میمن صاحب

ولیمہ مسنونہ کا غیر مسنون طریقہ

قسط ۲

دعوتِ ولیمہ میں کھانے کے اقسام

دعوت ولیمہ میں دوسری زیادتی یہ کی جاتی ہے کہ بجائے اس کے کہ صرف ایک ہی قسم کھانا پکا کر دعوت کردیں، یہ کیا جاتا ہے کہ کئی قسم کے کھانے تیار کرائے جاتے ہیں۔ اگر بریانی اور زردہ ہے تو اس کے ساتھ قورمہ شیرمال اور نان بھی شامل کیا جاتا ہے، پھر اس پر بھی اکتفا نہیں کیا جاتا۔ بلکہ کھیر یا انڈے کا حلوہ یا کسٹرڈ بھی شامل کیا جاتا ہے اور پھر قورمہ بھی مرغی کے گوشت کے علاوہ بکرے یا گائے کے گوشت سے تیار کرنے کو اپنی شان سے کمتر خیال کیا جاتا ہے۔ چاہے اخراجات کتنے ہی زیادہ ہوجائیں لیکن قورمہ مرغی کا ہونا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

اس کا مقصد صرف اپنی بڑائی اور اپنی دولت مندی کا اظہار ہوتا ہے، حالانکہ ان چیزوں کا اظہار کرکے کوئی شخص کتنا بھی بڑا بننے کی کوشش کرے۔ وہ کبھی بڑا نہیں بن سکتا۔ وقتی طور پر تو لوگ واہ واہ کرلیں گے آپ کی بڑائی کے گیت گائیں گے۔ لیکن اس کے آگے کچھ حاصل نہیں ہوگا بلکہ اس قسم کی پرتکلف دعوت سے لوگوں کے دلوں میں آپ کی طرف سے حسد پیدا ہوجائے گا جس کی وجہ سے لوگ آپ کی دولت دیکھ کر آپ کے دشمن ہوجائیں گے۔

لہٰذا ان تمام تکلفات کو چھوڑ کر سادگی سے ولیمہ کیجئے، اور سنت رسول پر عمل کیجئے ہاں! اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسعت مال عطا فرمائی ہے تو پھر ولیمہ میں کئی اقسام کے کھانے کھلانے میں بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ تفاخر اور اپنی دولت مندی کا اور بڑائی کا اظہار مقصود نہ ہو۔

دعوت ولیمہ کے لئے کارڈ

ولیمہ مسنونہ میں ایک اسراف یہ کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو دعوت دینے کے لئے قیمتی اور نفیس قسم کے کارڈ چھپوائے جاتے ہیں۔ کوشش یہ ہوتی ہے کہ ایسا کارڈ چھپوائیں جو بالکل ممتاز ہو، اس سے پہلے کسی نے اس طرح کا کارڈ نہ چھپوایا ہو۔ اور ہزاروں روپے صرف کارڈوں پر خرچ کر دیے جاتے ہیں۔ حالانکہ اس سے مقصد صرف دعوت ولیمہ کی اطلاع دینا ہوتا ہے اور یہ اطلاع زبانی بھی دی جاسکتی ہے اس کے لئے کارڈ چھپوانا کوئی ضروری نہیں۔ صرف ایک کارڈ دس دس روپے کی لاگت آجاتی ہے اور حاصل کچھ نہیں۔

اور کارڈ پر پہلے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھوایا جاتا ہے اور اس کے نیچے بڑی سرخی میں لکھا جاتا ہے "ولیمہ مسنونہ" لیکن اس پوری دعوت میں جو خرافات اور خلاف شریعت امور انجام پاتے ہیں، ان سے اس لفظ "مسنونہ" کا صراحۃً مذاق اڑایا جاتا ہے۔ کہاں ولیمہ مسنونہ اور کہاں موجودہ دور کی دعوت ولیمہ!

پھر جب وہ کارڈ مدعوین کے پاس پہنچتے ہیں۔ تو صرف ایک مرتبہ ان کو پڑھنے سے دعوت کی اطلاع ہو جاتی ہے اور اس کارڈ کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کارڈ کا کیا مصرف ہے؟ آگے اس کا کوئی مصرف نہیں ہوتا، بس اب یہ ردّی کی ٹوکری اور پھر کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں اضافہ کا باعث بن جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کارڈ پر تحریر شدہ بسم اللہ اور مبارک ناموں کی بے حرمتی ہے اس بے حرمتی کی وجہ سے تمام داعین اور مدعوئین گناہ اور اللہ کے غضب کے مستحق بن جاتے ہیں۔ لہٰذا اگر ہم دعوت دینے کے لئے، بجائے کارڈ چھپوانے کے صرف زبانی دعوت دینے پر اکتفا کریں اور کارڈ کے چھپوانے میں جو اخراجات آتے اس سے کسی غریب، مفلس اور نادار کی مدد کریں تو ہم اللہ کی رحمت اور ثواب کے مستحق ہو جائیں گے۔

البتہ آجکل کا دور مشینی دور ہے۔ ہر شخص مشین کی طرح اپنے کام میں مصروف ہے اور ہر شخص کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ بذاتِ خود تمام مدعوین کے پاس جاکر زبانی دعوت دے جبکہ کارڈ کے ذریعہ دعوت میں یہ آسانی ہے کہ خود جانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ کسی بھی ذریعہ سے کارڈ ان تک پہنچ جائے تو اس کو کافی سمجھا جاتا ہے، اس ضرورت کے پیشِ نظر اگر کارڈ چھپوانا ناگزیر ہو تو پھر سادہ کاغذ پر سادہ عبارت میں دعوت کی تحریر لکھ کر اس کی فوٹو اسٹیٹ کروالیں یا زیادہ مقدار ہے تو طباعت کروالیں، لیکن اس کے لئے قیمتی قسم کا کارڈ اور لفافہ استعمال کرنے

کی ضرورت نہیں - اور نہ اس پر "بسم اللہ" تحریر کریں - بلکہ صرف "۷۸۶" لکھنے پر اکتفا کریں۔

ولیمہ مسنونہ اور وڈیو فلم

اوپر جن خرابیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ تو وہ ہیں جو ولیمہ مسنونہ کے انعقاد سے پہلے ہی انجام پا جاتی ہیں اور اب ذرا ان برائیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ جو عین دعوت ولیمہ کے وقت انجام دی جاتی ہیں اور ان میں سے سرفہرست وڈیو فلم بنانا ہے۔

وڈیو فلم ہماری ہر دعوت کا لازمی جزو بن چکا ہے، آج کے دور میں شاید ہی کوئی دعوت ہوگی جو اس لعنت سے پاک ہو - ورنہ ہر دعوت چاہے وہ دعوت ولیمہ ہو یا دعوت عقیقہ، دعوت نکاح ہو یا کوئی دوسری دعوت اور چاہے وہ کسی رئیس اور مالدار گھرانے میں دعوت ہو، یا کسی غریب اور مزدور کی دعوت، کوئی بھی اس ناسور سے خالی نہیں۔ اس لعنت کو آج کے دور میں عزت اور شرافت اور ترقی کا معیار خیال کیا جاتا ہے جسے ہم صرف مغرب کی اندھی تقلید کرتے ہوئے اختیار کرتے ہیں اور اس کو اختیار کرنے والے کو مہذب اور شائستہ ہونے کا لقب دیا جاتا ہے اور اسے اختیار نہ کرنے والے پر قدامت پرست اور دقیانوس کے القاب چسپاں کئے جاتے ہیں اور اس کی تردید کرنے والے پر غیر مہذب کے الفاظ کسے جاتے ہیں۔

خرد کا نام جنوں، جنوں کا نام خرد، رکھ دیا گیا ہے آج کے دور میں اُلٹی گنگا بہہ رہی ہے مغرب کی تقلید نے ہمیں اندھا کر دیا ہے - اور ہماری عقلوں کو مسخ کر دیا ہے، آج اگر کوئی شخص مغرب کی تقلید نہ کرتے ہوئے اپنے دعوت میں وڈیو فلم کا اہتمام نہ کرے تو ہونا چاہیئے تھا کہ اس کے اس فعل کی تحسین کی جاتی اور اس کی ہمت بڑھائی جاتی کہ اچھا ہوا تم نے اس دعوت کو اس لعنت سے پاک رکھا، لیکن اس کے بجائے اسے غیر مہذب اور دقیانوس کا نام دیا جاتا ہے - صرف اس لئے کہ اس شخص نے شریعت کے حکم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت پر عمل کرتے ہوئے اس لعنت کو اختیار نہیں کیا۔ اگر اس وڈیو بننے کی برائیاں اور خرابیاں دیکھی جائیں تو معمولی عقل و شعور رکھنے والا اور شرم و حیا کا پاس رکھنے والا انسان ہرگز اس کو برداشت نہیں کرے گا ہاں؛ مغرب کی اندھی تقلید نے جس کی عقل کو مسخ کر کے رکھدیا ہو اور جو شخص شرم و حیا اور غیرت کی تمام حدود سے آزاد ہو چکا ہو وہی شخص اس گندے اور ناپاک فعل کا ارتکاب کرے گا۔ آیئے - ہم ذرا اس کی برائیوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ عام طور پر ویڈیو فلم بنانے کے لئے کسی فلم میکر کو بلایا جاتا ہے جو پوری دعوت ولیمہ کی فلم تیار کرتا ہے اور اس کے ساتھ دو تین ہلپر ہوتے ہیں - جو سرچ لائٹ اور تار وغیرہ اٹھانے کا کام سرانجام دیتے ہیں اور عام طور پر وہ بالکل اجنبی اور غیر محرم اشخاص ہوتے

ہیں اور وہ لوگ فلم تیار کرتے ہیں۔ ان کو اس دعوت میں ہر جگہ جانے کی عام اجازت ہوتی ہے چاہے وہ مردانہ حصہ ہو یا زنانہ حصہ، اور صرف اجازت ہی نہیں ہوتی، بلکہ ان کی رہنمائی کی جاتی ہے کہ وہاں جاکر فلم بناؤ۔ ان کی تصاویر بھی آنی چاہیئے فلاں جگہ ابھی باقی رہ گئی ہے حتی کہ مردانہ اور زنانہ حصوں کا کوئی کونہ اور کوئی فرد ایسا باقی نہیں رہتا۔ جس کی تصویر اس فلم میں نہ آئی ہو، اور صرف ایک مرتبہ ہی نہیں بلکہ مختلف پوز میں کئی بار تصویریں کھینچی جاتی ہیں۔ تاکہ ہر شخص کی تصویر چاہے وہ مرد ہو یا عورت، پوری طرح تمام زاویوں کے ساتھ آجائے۔

ظاہر ہے کہ اس طرح آزادی کے ساتھ اجنبی مردوں کا عورتوں کے درمیان گھومنا پھرنا بے غیرتی اور بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اس صورت میں فتنہ اور برائی کا اندیشہ اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے جب نوجوان لڑکیاں مکمل میک آپ اور زیب و زینت کی پوری آب و تاب کے ساتھ دعوت میں آئی ہوں اور ہر لڑکی زیب و زینت اور بناؤ سنگھار میں دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں ہو اور یہ بے غیرتی اور بے شرمی اس وقت اپنے انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ جب نوجوان لڑکیاں فلم میکر سے یہ مطالبہ کرتی ہیں کہ ان کی تصویر فلم میں بالکل نمایاں اور واضح صورت میں آئے اور صرف ایک ہی نہیں، بلکہ کئی تصاویر آنی چاہیئے جو مختلف زاویوں اور مختلف پوز سے لی جائیں۔ تاکہ پوری فلم میں ان کی تصویر اُن کا حسن و جمال، اُن کا لباس، اُن کا زیور، ان کا بناؤ سنگھار ہی نمایاں ہو۔

ان سب چیزوں کا مقصد صرف اپنی نمائش ہوتی ہے، تاکہ بعد میں جب لوگ یہ فلم دیکھیں گے تو پوری فلم میں ہم ہی ہم نظر آئینگے اور لوگوں کی سوالیہ نظریں ہماری طرف ہی اٹھیں گی کہ یہ خاتون کون ہیں؟ جو حسن و جمال میں جنت کی حور معلوم ہو رہی ہیں۔

یہ تو فلم کی تیاری کے دوران کی حالت تھی، فلم کی تیاری کے بعد اب وہ فلم وڈیو کیسٹ کی صورت میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی اب آپ جب چاہیں اس فلم کو وی سی آر کے ذریعے دیکھ سکتے ہیں اور اس کی نقل اور کاپی بھی بنا سکتے ہیں۔ اب ہر شخص کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ میں یہ فلم دیکھوں، تاکہ ان تمام لوگوں کو چاہے وہ مرد ہوں یا عورت، اطمینان کے ساتھ گھر پر بیٹھے ان کی تصویر دیکھوں، جو اس دعوت میں شریک ہوئے تھے اس لئے کہ دعوت کے دوران تو زنانہ پارٹیشن میں جانا عزت کے خلاف تھا اس لئے نہیں گئے، اس کیسٹ نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا، اب عزت کا کوئی سوال نہیں۔

اب وہ وڈیو کیسٹ تمام عزیز و اقارب، تمام دوست احباب اور تمام پڑوسیوں کے گھر پر چکر لگاتی ہے اور اس کی پوری نمائش کی جاتی ہے اس بات کا کوئی سوال نہیں ہوتا کہ دیکھنے والے محرم ہیں یا غیر محرم، ہر شخص اس سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

بعض اوقات انسان بے خیالی میں کوئی ناشائستہ حرکت کرلیتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن یہ وڈیو فلم انسان کی ہر حرکت محفوظ کرلیتی ہے، چاہے وہ حرکت شائستہ ہو یا ناشائستہ، چاہے وہ جان بوجھ کر کرے یا بے خیالی میں کرے۔ اب وہ حرکت محفوظ ہوگئی اور سینکڑوں انسان اس کو بغور دیکھیں گے کہ کونسا شخص کیا حرکت کرتا ہوا نظر آرہا ہے۔

موجودہ دور کی دعوتوں میں کسی شریف عورت کا شرکت کرنا انتہائی مشکل ہوگیا ہے۔ اس لئے کہ وڈیو فلم کے رواج سے پہلے یہ سوچ کر شرکت کرلیتی تھی کہ عورتوں کا حصہ الگ ہوگا کوئی بے پردگی نہیں ہوگی۔ اس لئے شرکت میں کوئی حرج نہیں، لیکن وڈیو فلم نے اس پردے کو بالکل چاک کرکے رکھدیا ہے، نوجوان لڑکیوں کو تو چھوڑیئے اگر کوئی پچاس سالہ بوڑھی عورت دعوت کے دوران کسی کونے میں خاموشی سے پان چباتی نظر آئے گی تو وہ فلم میکر اس کے پاس بھی ضرور جائے گا تاکہ اس کی تصویر بھی آجائے، اب اس بوڑھی عورت کو کیا پتہ کہ میری ہر حرکت محفوظ ہورہی ہے اور یہ حرکت بعد میں سینکڑوں غیر محرم مرد دیکھیں گے

مخلوط اجتماع اور بے پردگی

کچھ عرصہ پہلے تک تو دعوت ولیمہ یا دوسری دعوتوں میں مرد اور عورت کا مخلوط اجتماع نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ مردوں اور عورتوں کے علیحدہ علیحدہ پارٹیشن ہوتے تھے۔ لیکن اب کچھ عرصہ سے یہ چیز بھی پھیلتی جارہی ہے کہ مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع کیا جاتا ہے۔ جو قطعاً حرام ناجائز ہے۔ اور صریحاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کے ساتھ ایک مذاق ہے جس کا وبال انسان کو آخرت میں تو ملیگا۔ بعض اوقات دنیا میں بھی اس کا وبال آجاتا ہے۔

سنت کے آداب اور دعائیں

ارشادِ ربانی ہے :-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (پ ۳ ع ۱۲)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہاری سب گناہوں کو معاف کر دیں گے (بیان القرآن)

ف :- اس آیت شریفہ سے اچھی طرح معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں سے محبت کرنے کا دار و مدار اس میں ہے کہ بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے۔ یہی نہیں بلکہ انسان کی زندگی و آخرت، دین و دنیا کی تمام تر کامیابیوں کا دار و مدار بھی اسی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے طریقوں کو اپنائے اور یہ وعدہ تو کیا ہی گیا ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں مردہ ہو چکی ہوں ایسے دور میں ایک ایک سنت کو زندہ کرنے والوں کو سو سو (بدری) شہیدوں کے برابر اجر و ثواب حاصل ہوگا۔

اَلْحِكَمُ کے مصنف شیخ احمد بن عبد الکریم ابن عطاء اللہ سکندری نے عجیب بات فرمائی کہ مولیٰ کی رضا کے مقابلہ میں دنیا اور ثواب اور مراتب عالیہ سب کے سب غیر خدا ہونے میں برابر ہیں اور ایسا شخص (سالک) چکی کے گدھے کی مثل ہے۔ خالق کے راستہ کو بالشت برابر بھی قطع نہیں کرتا۔ سالک کو چاہیئے کہ تمام مخلوق خواہ وہ دنیا ہو یا ثواب یا کوئی اور مرتبہ کو چھوڑ کر اور سب سے کوچ کر کے اپنے مولیٰ تک پہونچے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

بلاشک انتہائی میرے پروردگار تک ہے۔

سفرِ حج وعمرہ کا ہو یا تبلیغی، دینی ہو یا دنیوی، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر کرنے سے ہر طرح کی پریشانیوں اور مصیبتوں سے بچنے کے علاوہ دارین کی فلاح وبہبودی نصیب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے طریقوں پر عمل کرنے میں آسانی فرمائے اور توفیق بخشے۔ آمین۔

سفر سے پہلے کرنے کے کام

① حج ہو یا عمرہ، تبلیغی سفر ہو یا کوئی اور دینی کام، سب سے پہلے یہ ارادہ اور نیت کرے کہ میں یہ کام محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے کر رہا ہوں۔ بزرگانِ دین بتاتے ہیں کہ دنیا (مثلاً تجارت، کسبِ معاش) کے لئے بھی سفر کرنا ہو تو یہ نیت کرے کہ جن لوگوں کا نان نفقہ حق تعالیٰ نے میرے ذمہ واجب کیا ہے وہ ادا کروں گا اور بقیہ دوسروں پر جائز صرف کروں گا تو یہ بھی دین میں شمار ہوگا اور ان شاء اللہ اس سفر پر بھی اجر وثواب حاصل ہوگا۔

② اگر ہو سکے تو سنن اور مستحبات کی پوری طرح رعایت رکھتے ہوئے غسل کرنے، وضو مسواک کرے اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھے اور اپنے تمام گذشتہ گناہوں سے صدقِ دل سے معافی مانگے اور آئندہ رب چاہی زندگی گذارنے کا مصمم ارادہ کرے۔

③ اللہ تعالیٰ سے سفر کی آسانی اور عافیت کی دعا کرے اور گڑگڑا کر صدقِ دل سے مانگے کہ یا اللہ! مجھے اس مبارک سفر کی تمام تر برکتوں سے مالامال کر کے لوٹائیو اور تاحیات دینِ اسلام کی خدمت کے لئے قبول کیجیو۔ آمین۔

④ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جس قسم کی بھی کوتاہیاں ہو چکی ہوں، اُن کی ادائیگی کا سچے دل سے ارادہ کرے اور قضا ادا کرنا شروع کر دے۔

⑤ کسی سے اَن بن ہو گئی ہو تو جا کر تصفیہ کر لے خصوصًا والدین کو ہر ممکن طریقے سے راضی کرے واضح رہے کہ والدین کی رضامندی کے بغیر نفل حج وعمرہ اور تبلیغ وغیرہ کے لئے جانا شرعًا منع ہے۔

⑥ اہل وعیال اور ماتحت کے لوگوں کے لئے سفر سے واپسی تک کے اخراجات کا پوری طرح انتظام کر کے روانہ ہو تاکہ آپ کی عدم موجودگی میں اُن کو تکلیف نہ ہو۔ بعض حضرات اس میں سخت غفلت کرتے ہیں اور بغیر انتظام کئے تبلیغ وغیرہ کے لئے چلے جاتے ہیں۔ جب تک نکلنے والے اور گھر کے پورے افراد کا مکمل ایمان ویقین نہ بنے، یوں بغیر انتظام کئے کوئی سفر کرنا شرعًا منع ہے۔

⑦ پاسپورٹ، ٹکٹ، روپے پیسے، سامان وغیرہ کو سفر سے پہلے اچھی طرح دیکھ کر اطمینان کر لے اور اگر سامانِ سفر زیادہ ہو تو فہرست اور نقلیں بنا کر کسی کے سپرد کر دے۔

سفر کے آداب

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے (یعنی عذاب جہنم کا حصہ ہے) جو تم کو نیند اور کھانے پینے سے باز رکھتا ہے (بخاری) مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے (تو) پناہ مانگتے ۔ سفر کی محنت اور تکلیف سے اور بری حالت میں واپسی سے اور حالت کے بدل جانے سے اور مظلوم کی بددعا سے اور عیال میں بری حالت دیکھنے سے ۔ ۱۲ بلا ضرورت سفر نہ کرے اور اگر ضرورت پر سفر کرے تو ضرورت پوری ہوتے ہی اپنے گھر لوٹ آئے ۔ بلا ضرورت سفر میں زیادہ ٹھہرنا اچھا نہیں ۔

(۲) قرآن پاک میں موجود ہے کہ سفر کا توشہ ہمراہ لیجاؤ ۔ کیونکہ بہترین توشہ سوال سے بچنا ہے ۱۲ اسفر میں مسواک ، لوٹا (بضرورت رسی ڈول) شیشہ ، قینچی ، سوئی تاگہ ، سرمہ دانی ، کنگھا وغیرہ ضرورت کی چیزیں لیجانا اچھا ہے ۔

(۳) احادیث میں مختلف دنوں میں سفر کرنے کی اجازت مروی ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود جمعرات کے دن سفر کے لئے روانہ ہوتے اور دوسروں کے لئے بھی یہی دن پسند فرماتے تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات اور شنبہ (سنیچر) کے دنوں میں سفر کرنے پر برکت کی دعا فرمائی ہے (تخریج العراقی علی الاحیاء از رفیق سفر ص) جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے سفر کرنا بہتر نہیں مگر جائز ہے البتہ بعد اذان اور نماز جمعہ سے پہلے سفر کرنا حرام ہے (ایضاً)

(۴) صبح سویرے سفر کرنا مسنون ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ! میری امت کو سویرے سویرے سفر میں جانے میں برکت دے ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں بھی لشکر روانہ فرماتے تو شروع دن میں روانہ فرماتے ۔ راوی کا بیان ہے کہ صخر نامی ایک سوداگر تھا وہ اپنا تجارتی مال شروع دن میں بھیجا کرتا تھا ۔ وہ مالدار ہوا اور بہت مالدار ہوا (ترمذی ، ابوداؤد از مشکوٰۃ) ۱۲ امت کو چاہیئے کہ صبح سویرے سفر کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا حاصل کرے ۔ انشاء اللہ بہت برکت حاصل ہوگی ۔

بعض روایات میں رات کو سفر کرنے کی بھی تاکید آئی ہے ۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم رات کو سفر کرنا لازم سمجھو اس لئے کہ رات کو زمین لپٹتی ہے (یعنی راستہ جلد طے ہو جاتا ہے) (ابوداؤد ، مشکوٰۃ) ۱۲ ۔ ایک روایت میں نماز ظہر کے بعد سفر کرنا وارد ہے ۔ ۱۲

(۵) حتی الامکان تنہا سفر نہ کرے ۔ (خصوصاً طویل سفر کے لئے) بہتر یہ ہے کہ دو تین ساتھی ہوں ۔ اگر تین آدمی ہوں تو ایک سمجھدار شخص کو امیر بنا دیا جائے ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کے نقصانات معلوم ہو جائیں تو وہ کبھی رات کو سفر نہ کریں (بخاری ج ۱ ص ۴۲۰) عورت کے لئے بلا محرم تنہا سفر کرنا شرعاً منع ہے چاہے سفر حج ہی کیوں نہ ہو ۔

سفر میں ہر کام مشورہ اور محبت سے کرے اور یہ خیال رہے کہ کسی طرح کی رنجش سفر میں نہ ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انسان کی پہچان سفر اور معاملات میں ہوتی ہے۔ ہر وقت صبر اور تحمل سے کام کرے خصوصاً اس مبارک سفر میں اس کا خوب خوب خیال رکھا جائے۔ کہتے ہیں کہ باہر کا بگڑا بیت اللہ، تبلیغ اور اللہ والوں کی صحبت وغیرہ میں بنتا ہے اور ان جگہوں میں جاکر بھی کوئی نہ بنے وہ کہیں نہیں بننے کا۔ وہ اپنی قسمت پر روئے۔

(۷) امیر سفر خادم سفر ہوتا ہے۔ امیر کو چاہیئے کہ ساتھی کی خبر گیری کرے اور ساتھیوں کو چاہیئے کہ ہر دوسرے ساتھی کی خدمت کی جستجو میں لگا رہے۔ مشکوٰۃ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر میں سردار وہ ہے جو ساتھیوں کا خادم ہو سو جو شخص اپنے ساتھیوں سے خدمت میں بڑھ گیا وہ تمام عملوں میں بڑھ گیا۔ اب کوئی دوسرے عمل کے ذریعہ ثواب میں اس سے بڑھ نہیں سکتا۔ بجز شہادت کے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ناک کان کٹا ہوا غلام بھی تم پر امیر مقرر کیا جاوے تو اس کی سنو اور فرماں برداری کرو۔ بشرطیکہ وہ کتاب اللہ کے مطابق تمہاری سرداری کرے۔ (یہ بات ذہن نشین رہے کہ امیر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات کے خلاف کسی بات کا حکم دے۔ تو اس پر عمل کرنا ہرگز درست نہ ہوگا) امیر کے انتخاب میں یہ ضروری نہیں کہ وہ امیر - سردار، حافظ یا عالم ہی ہو، بلکہ ایثار ہمدردی، انکسار، تواضع، قوت، سمجھ، علم بقدر ضرورت، حلم وغیرہ جیسے نیک صفات والے کو امیر بنایا جاوے۔ آپس میں کوئی اختلاف رائے پیش آئے اس کے فیصلہ پر عمل کریں اگرچہ خلافِ طبع ہو۔ حدیث میں اس کا حکم فرمایا گیا ہے (رفیق سفر ص)

حضرت سفینہ رضؓ کے واقعہ پر غور کیا جائے کہ آپ نے تمام ساتھیوں کو عبادت کے لئے فارغ کر کے سب کام کو اپنے ذمہ لے لیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ تمام ساتھیوں کی نیکیوں کے برابر حضرت سفینہؓ کو ثواب ملیگا۔ اسی خدمت کی بناء پر آپؓ کا نام سفینہؓ پڑ گیا تھا کہتے ہیں کہ عبادت سے جنت ملتی ہے اور خدمت سے خدا ملتا ہے۔

(۸) جب سفر کے لئے نکلنے کا ارادہ کرے تو (خشوع وخضوع سے) دوگانہ نمازِ سفر ادا کرے (طبرانی) پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ سلام کے بعد آیت الکرسی (دیکھئے دعا نمبر) اور سورہ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ مع پوری اعوذ باللہ بسم اللہ اور ذیل کی دعائیں پڑھے اور گھر والوں کے لئے خیر وعافیت کی بھی دعا پڑھے۔ ایک روایت میں ہے کہ گھر سے نکلنے سے پہلے چار رکعت (چاروں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص) پڑھے اور سجدہ میں جاکر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَقَرَّبُ بِهِنَّ اِلَیْكَ فَاخْلُفْنِیْ بِهِنَّ فِیْ اَهْلِیْ وَمَالِیْ۔	اے میرے اللہ! میں ان رکعتوں کے ذریعہ تیری نزدیکی چاہتا ہوں تو ان رکعتوں کو میرے گھر میں میرے بعد قائم مقام بنادے (احیاء از تحفۃ المبلغین)

حدیث میں ہے کہ یہ چار رکعت اور دعا اس کے واپس ہونے تک اس کے گھر اور اہل ومال کی محافظ

ہوں گی (رفیق سفر صـ۱)

(۹) مسافر کو چاہیئے کہ جس مقام پر پہونچے، سب سے پہلے دو رکعت نماز نفل ادا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں بھی کتنی ہی مدت کے لئے ٹھہرتے جب تک دوگانہ ادا نہ کرتے وہاں سے واپس روانہ نہیں ہوتے تھے۔ کسی مسجد میں پہونچے تو تحیۃ المسجد ادا کرے تاکہ مسجد کا حق ادا ہو اور تازہ وضو کرنا پڑھے تو الگ سے یا اسی تحیۃ المسجد میں تحیۃ الوضو کی بھی نیت کرے۔

(۱۰) واضح رہے کہ مسافر ایک دفعہ ۴۸ میل سفر کا قصد کرکے اپنی بستی سے باہر نکلتے ہی اس پر مسافر کے احکام جاری ہو جائیں گے (رفیق سفر صـ۳۶) مسافر ظہر عصر اور عشاء کی فرض نمازیں چار رکعت کے بجائے دو رکعت پڑھیں گے۔ سنن اور نوافل اگر پڑھ سکیں تو افضل ہے ورنہ کوئی گرفت نہیں۔ حرمین شریفین اور تبلیغی سفر میں تو کوشش کرکے ضرور پڑھ لیا کریں تاکہ بہت زیادہ اجر حاصل ہو۔

(۱۱) اَللّٰھُمَّ بِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَسِیْرُ۔ (حصن حصین)

اے اللہ میں تیری ہی مدد سے (دشمنوں پر) حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے ان کے دفعہ کرنے کی تدبیر کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے چلتا ہوں۔

ف:- جب سفر کا ارادہ کرے تو یہ (مندرجہ بالا) دعا پڑھے۔

(۱۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ (پوری سورت) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ (پوری سورت) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (پوری سورت) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (پوری سورت) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (پوری سورت) بِسْمِ اللّٰہِ الرحمٰن الرحیم ۔

ف: جبیر بن مطعمؓ نے بیان کیا کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبیر! کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب تو سفر میں نکلے تو اپنے ساتھیوں سے ہیئت میں افضل اور ان سب سے توشہ میں زیادہ ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں۔ آپ نے فرمایا تو ان پانچ سورتوں کو پڑھ۔ ۱۔ قل یاایھا الکفرون (۲) اذا جاء نصر اللہ والفتح (۳) قل ھو اللہ احد (۴) قل اعوذ برب الفلق (۵) قل اعوذ برب الناس، اور ہر سورت کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کر اور اپنی قرأت کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر ختم کر۔ حضرت جبیرؓ نے فرمایا میں غنی اور بہت مال والا تھا چنانچہ میں جب سفر میں نکلتا۔ سب سے خستہ ہیئت میں اور کم توشہ والا ہوتا۔ چنانچہ جب سے کہ حضورؐ نے مجھے یہ سورتیں سکھائیں میں ان کو پڑھتا رہا تو میں لوگوں سے لباس میں بھی اچھا ہو گیا اور لوگوں سے میرا توشہ بھی کثیر ہو گیا یہاں تک کہ میں اپنے سفر سے لوٹتا (ابو یعلی)

نوٹ :۔ اگر کوئی شخص سفر کے لئے اپنے گھر سے نکلے تو گھر سے نکلنے کی دعائیں بھی پڑھ لیں۔

(۱۳) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی سفر کا ارادہ کرے اور اپنے دروازہ کے دونوں بازو (یعنی چوکھٹ کی دائیں اور بائیں لکڑی) پکڑ کر گیارہ بار سورۂ اخلاص (قل ہو اللہ) پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کا نگہبان ہوتا ہے یہاں تک کہ سفر سے لوٹے (در منثور، خیر المتین خیار الاذکار ص ۲۲۲)

گھر سے نکلنے سے پہلے یہ دعا بھی پڑھ لے

(۱۴) اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ۔ (مسلم، حصن حصین)

ترجمہ :۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی کی اور پرہیزگاری کی اور جو عمل تجھے پسند ہو اس کی درخواست کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو ہمارا یہ سفر ہم پر آسان کردے اور اس کی مسافت کو طے کردے۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں (ہمارا) رفیق اور گھربار میں (ہمارا) قائم مقام ہے (تو ہماری اور ہمارے گھربار کی حفاظت کر) اے اللہ میں تجھ سے سفر کی سختیوں سے اور (سفر میں کسی) تکلیف دہ منظر سے اور بیوی بچوں اور مال و متاع میں تکلیف دہ واپسی سے پناہ مانگتا ہوں۔

رخصت کرنے والے اور رخصت ہونے والے کی دعائیں

(۱۵) اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ (ابوداؤد)

ترجمہ :۔ تیرا دین تیری امانت (یعنی اہل و عیال و مال وغیرہ) اور تیرا انجام کار خدا کی حفاظت میں دیتا ہوں۔

یا یوں کہے :۔

ب :۔ زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُ مَا كُنْتَ۔

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تیرا زادِ راہ بنائے اور تیرے گناہ بخش دے اور تو کہیں بھی ہو تیرے لئے بھلائی آسان کردے۔ (ترمذی، نسائی)

یا یوں کہے

ج:۔ زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَوَجَّهَكَ فِي الْخَيْرِ وَكَفَاكَ الْهَمَّ۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تیرا زادِ راہ بنائے اور بھلائی کی طرف تیرا رخ کرے اور فکر سے بچائے۔

(طبرانی)

ف:۔ جب کسی کو (سفر پر) رخصت کرے تو (مندرجہ بالا دعائیں) پڑھے۔

(۱۶) اَسْتَوْدِعُكُمُ اللّٰهَ الَّذِي لَا يَضِيعُ وَدَائِعُهُ (حصن حصین)

ترجمہ:۔ تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں جس کی حفاظت میں دی ہوئی چیزیں ضائع نہیں ہوتیں۔

ف:۔ سفر پر رخصت ہونے والا رخصت کرنے والے کے لئے یہ دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اطْوِ لَهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ (ترمذی شریف)

ترجمہ:۔ اے اللہ! اس کے لئے مسافت کی دوری گھٹا دے اور اس پر سفر آسان کر دے۔

ف:۔ جب مسافر چلا جائے تو رخصت کرنے کے بعد یہ دعا دیوے۔

(۱۷) بِسْمِ اللّٰهِ (احمد، طبرانی) ترجمہ:۔ اللہ کے نام کے ساتھ۔

ف:۔ جب سواری پر سوار ہو تو اپنا دایاں پاؤں رکاب میں (یا موٹر وغیرہ میں) رکھ کر بسم اللہ پڑھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی اونٹ ایسا نہیں کہ اسی کے کوہان پر شیطان نہ ہو۔ لہٰذا تم اللہ عزوجل کا نام پڑھ لو جب تم اس پر سوار ہو جیسا کہ تم کو اللہ نے حکم دیا ہے پھر تم ان سے اپنی خدمت لو تو یہ اونٹ اللہ کے حکم سے تم کو لادے گا۔ (حیاۃ الصحابہ ص ۳۵۱ ج ۲)

جب (اچھی طرح) اس کی پیٹھ یا (سیٹ) پر بیٹھ جائے تو الحمد للہ کہے پھر یہ آیت پڑھے۔

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ۝ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ۔ (الزخرف) حصن حصین)

ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے قابو میں کر دیا ہم تو اس کو قابو میں نہیں لا سکتے تھے اور ہم تو اپنے رب کے پاس ہی لوٹ کر جائیں گے۔

(پھر کہے) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (تین بار) اَللّٰهُ أَكْبَرُ (تین بار) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (ایک بار) اور یہ استغفار پڑھے۔

(۱۸) سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ۔

ترجمہ:۔ پاک ہے تو بیشک میں نے اپنے اوپر (بہت) ظلم کیا ہے (کہ تیری نافرمانی کرتا رہا) پس تو مجھے بخش دے بیشک تیرے سوا اور کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔ (حصن حصین)

نوٹ :- ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اونٹ پر ٹھیک ہو کر بیٹھ جاتے اور سفر کے لئے جا رہے ہوتے تو، الحمد للہ، سبحان اللہ، اللہ اکبر (تین تین بار کہتے) اس کے بعد سبحان الذی سخر لنا ھذا الی آخرہ پڑھتے تھے۔ نیز ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر بیٹھ گئے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور تین مرتبہ سبحان اللہ کہا اور ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا (الحدیث)

(احمد - از حیاۃ الصحابہ ج۱ ص۴۰۲)

نیز ایک دوسری روایت میں :۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اَحَدٌ غَیْرُکَ

ترجمہ :- اے اللہ میرے گناہوں کو بخش دے بیشک تیرے ایک کے سوا میرے گناہوں کو کوئی بخش نہیں سکتا بے شک گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔

پڑھنا وارد ہوا ہے (کنز، از حیاۃ الصحابہ ج۳ ص۳۵۸)

واقعہ :- حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ میں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پاس اس وقت موجود تھا جب ان کے سامنے سواری کا جانور ان کے سوار ہونے کے لئے لایا گیا۔ پس جب انہوں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو کہا بسم اللہ پھر جب جانور کی پیٹھ پر برابر بیٹھ گئے تو کہا الحمد للہ پھر کہا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ○ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ پھر تین بار کہا الحمد للہ پھر تین بار کہا اللہ اکبر پھر کہا۔ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ پھر ہنسے۔ ان سے پوچھا گیا یا امیر المومنین آپ کیوں ہنسے۔ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ویسا ہی کیا جیسا کہ میں نے کیا۔ پھر آپ ہنسے میں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کیوں ہنسے۔ فرمایا کہ تیرا پروردگار تبارک تعالیٰ اپنے بندے سے خوش ہو جاتا ہے جب بندہ یہ کہتا ہے کہ تو میرے گناہوں کو بخش دے اور وہ فرماتا ہے کہ میرا بندہ یقین رکھتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا ہے۔ ترجمہ (۱) پاک ہے وہ جس نے ہمارے لئے اس کو فرماں بردار کر دیا۔ اور ہم اس کی طاقت رکھنے والے نہ تھے اور بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف ضرور پھر جانے والے ہیں۔ (۲) تو سارے عیبوں سے پاک ہے، بیشک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اب تو مجھکو بخش دے۔ تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی، احمد از خیار الاذکار ص۲۲۳)

نوٹ :- یہ دعا کسی قسم کی مروجہ سواری پر سوار ہوتے وقت پڑھی جا سکتی ہے۔

کشتی پر سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھے

(۱۹) بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اس کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور

اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پ۱۲ ع ۴)
ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے بالیقین میرا رب غفور (ہے) رحیم ہے (بیان القرآن پ۱۲)

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔
(پ۲۴ ع ۴) تفسیر ابن کثیر ص۴۶ ج ۲) از نماز مسنون کلاں ص۸۷۱ (خیار الاذکار ص۲۲۴)

اور افسوس ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی۔ جیسی عظمت کرنی چاہیے تھی حالانکہ (اس کی وہ شان ہے کہ) ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں، وہ پاک اور برتر ہے اُن کے شرک سے (ایضاً ص۵۶)

ف:—— حضرت امام حُسین ؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اُمت کے لئے جس وقت وہ کشتی پر سوار ہوں، ڈوبنے سے امان کی صورت یہ ہے کہ یہ دُعا پڑھ لیں۔ (خیار الاذکار ص۲۲۴)

معارف ومسائل:——

کشتیوں اور دوسری سواریوں پر سوار ہونے کے آداب

آیاتِ مذکورہ میں سے پہلی آیت میں کشتی اور سواری پر سوار ہونے کے آداب کی تعلیم ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا کہہ کر سوار ہوں، مجریٰ کے معنی جاری ہونا اور چلنا اور مرسیٰ کے معنی رکنا اور ٹھہرنا ہیں معنی یہ ہیں کہ اس کشتی اور سواری کا چلنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت اور اس کے نام سے ہے اور رکنا اور ٹھہرنا بھی اسی کی قدرت کے تابع ہے۔

ہر سواری کا چلنا اور ٹھہرنا صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے

انسان اگر ذرا بھی غور سے کام لے تو اُسے معلوم ہوگا کہ کشتی ہو یا خشکی پر چلنے والی کوئی سواری، نہ اس کا پیدا کرنا بنانا اس کی قدرت میں ہے نہ چلانا اور ٹھہرانا اس کے بس کا ہے، انسان اپنی سطحی اور سرسری نظر کی بنا پر سمجھتا ہے کہ میں نے اس کو بنایا اور چلایا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ اس نے وہ لوہا، لکڑی، پیتل، المونیم وغیرہ پیدا کئے ہیں۔ جو ان تمام سواریوں کا خام مادہ ہے اور نہ اس کے بس میں ہے کہ ایک تولہ لوہا یا ایک فٹ لکڑی پیدا کر سکے، پھر ان خام اجناس (میٹریل) سے طرح طرح کے کل پرزے بنانے کی عقل وفہم کس نے دی؟ کیا یہ عقل وفہم انسان نے خود پیدا کرلی ہے؟ اگر خود پیدا کرلینا انسان کے بس میں ہوتا تو دنیا میں کوئی بے وقوف کم عقل نہ رہتا۔

ہر شخص افلاطون وارسطو ہی بنکر رہتا۔ کہیں کا لوہا۔ کہیں کی لکڑی۔ کہیں کے آلات داوزار استعمال کر کے سواری کا ڈھانچہ بھی بن گیا۔ اب اس منوں اور ٹنوں کے بھاری بوجھ کو لے کر زمین پر دوڑنے یا ہوا پر اڑنے کے لئے جس طاقت (پاور) کی ضرورت ہے۔ وہ خواہ پیٹرول سے حاصل کی جائے یا ہوا اور پانی کے ٹکراؤ سے برقی صورت میں حاصل کی جائے۔ بہرحال سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان میں سے انسان نے کس چیز کو پیدا کیا ہے، پیٹرول اس نے پیدا کیا یا ہوا۔ پانی اس نے بنایا۔ اُن میں آکسیجن ہیڈروجن کی طاقتیں اس نے پیدا کیں؟

اگر انسان ذرا بھی عقل سے کام لے تو اس کو سائنس کی اُعجوبہ کاری اور عروج کے اس زمانہ میں بھی اپنی بے بسی اور عاجزی ہی کا مشاہدہ ہوگا اور اس اقرار کے بغیر نہ رہ سکے گا کہ ہر سواری کا چلنا اور رُکنا سب خالق کائنات حق تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے۔

غافل انسان اپنے ظاہری جوڑ توڑ کے تصرفات جن کا دوسرا نام سائنسی ایجادات ہے ان پر فخر و غرور کے نشہ میں ایسا مست ہو جاتا ہے کہ اصل حقیقت نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے ذریعہ اس غفلت کا پردہ چاک کرتے ہیں اور بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰهَا کی اصل حقیقت سامنے کر دیتے ہیں۔ دیکھنے میں تو یہ ایک دو لفظی فقرہ ہے مگر غور کیجئے تو یہ کلید اور کنجی ہے ایک ایسے دروازہ کی جہاں سے انسان اس مادّی دنیا میں رہتے ہوئے روحانی عالم کا باشندہ بن جاتا ہے اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں جمال حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ یہیں سے مومن کی دنیا اور کافر کی دنیا میں نمایاں فرق ہو جاتا ہے۔ سواری پر دونوں سوار ہوتے ہیں لیکن مومن کا قدم جو سواری پر آتا ہے وہ اُس کو صرف زمین کی مسافت قطع نہیں کرتا بلکہ عالم بالا سے بھی روشناس کر دیتا ہے (معارف القرآن صفحہ ۶۲۵ ج ۴)

سفر میں سحر (صبح) کا وقت ہو تو یہ دُعا پڑھے

(۲۰) سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَحُسْنِ بَلَائِهٖ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَأَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ (مسلم شریف)

ترجمہ:—— اللہ کی تعریف اور اس کی نعمتیں جو ہم پر ہیں ان کا بیان سننے والے نے سُن لیا۔ اے ہمارے رب! ہماری رفاقت اور ہم پر فضل کر دوزخ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

سفر میں رات کا وقت آجائے تو یہ دُعا پڑھے

(۲۱) يَا أَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ

وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَشَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ وَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ اَسَدٍ وَّاَسْوَدَ وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ وَمِنْ وَّالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (ابوداؤد)

ترجمہ:۔۔۔۔۔۔ اے زمین! میرا رب اور تیرا رب ایک ہی اللہ ہے تیرے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کے شر سے اور جو کچھ تیرے اندر پیدا کیا گیا ہے اس کے شر سے اور جو کچھ تجھ پر چلتا ہے اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور شیر اور کالے ناگ اور سانپ اور بچھو کے شر سے اور اس سرزمین کے رہنے والوں کے شر سے اور ابلیس اور اس کی اولاد سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

ف:۔۔۔۔۔۔ ان دعاوں کو صبح وشام پڑھنے سے سفر میں ہر قسم کی آفتوں سے بچا رہے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے سفر میں دنیاوی باتوں سے دل ہٹا کر اللہ کی طرف دھیان رکھے اور اس کی یاد میں لگا رہے۔ تو اس کے ساتھ فرشتہ رہتا ہے اور جو شخص واہیات شعروں یا بے ہودہ شغل میں لگا رہے تو اس کے ساتھ شیطان رہتا ہے (حصن حصین)

بعض بزرگوں نے اس کو مجرب بتایا ہے کہ اگر سفر میں دشمن وغیرہ کا خوف ہو تو اس دعا کو پڑھیں انشاء اللہ آفات سے محفوظ رہے گا۔

جب کوئی آبادی نظر آئے جس میں جانا ہو تو یہ دعا پڑھیں

(۲۲) اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرْضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ نَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ اَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا۔ (نسائی)

ترجمہ:۔ اے اللہ اے ساتوں آسمانوں کے اور جو ان کے زیر سایہ ہے اس کے پروردگار اور ۔۔۔۔۔۔ اے ساتوں زمینوں کے جو ان کے اوپر ہے اس کے پروردگار اور شیطانوں کے اور جن کو انہوں نے بہکایا ان کے مالک اور اے ہواؤں کے اور جس کو انہوں نے منتشر کیا۔ اس کے پروردگار! ہم تجھ سے اس بستی میں جو بھلائی ہے وہ اور اس کے باشندوں میں جو بھلائی ہے وہ جو کچھ اس کے اندر ہے۔ اس میں جو بھلائی ہے طلب کرتے ہیں اور اس بستی کے شر سے اس کے باشندوں کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

(۲۳) اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا ، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا (طبرانی)

ترجمہ :- اے اللہ ! اس بستی میں ہمارے لئے خیر و برکت عطا کر ، اے اللہ اس بستی میں ہمارے لئے خیر و برکت عطا کرے ۔ اے اللہ اس بستی میں ہمارے لئے خیر و برکت عطا کر ۔ اے اللہ ہم کو اس کے میوے کھلا اور اس کے باشندوں کو ہماری محبت دے اور ہم کو یہاں کے نیک لوگوں کی محبت دے ۔

ف :- جب کوئی آبادی نظر آئے جسمیں جانا ہو تو (مندرجہ بالا) دعائیں پڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب وہ بستی دکھائی دیتی جس میں آپ جانے کا ارادہ رکھتے تو یہ دُعا پڑھتے تھے ۔

(۲۴) اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (مسلم)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے ۔ اُس کے شر سے اللہ کے پورے پورے کلموں کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں ۔

ف :- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اثنائے سفر میں کسی منزل پر اُترے اور اس وقت یہ دُعا پڑھے ۔ تو جب تک وہ اس منزل سے روانہ نہ ہو جائے ، اُس کو کوئی چیز ضرر نہ پہونچا سکیگی ۔

(معارف الحدیث ص۲۲۰ ج۵)

نوٹ :- ایک روایت میں ہے کہ اس دُعا کو صبح شام تین تین مرتبہ پڑھے ۔

(۲۵) آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ (مسلم)

ترجمہ :- ہم لوٹنے والے ہیں توبہ کرنیوالے ہیں اللہ کی بندگی کرنے والے ہیں اپنے رب کی حمد کرنیوالے ہیں ۔

ف :- سفر سے واپس ہو کر جب اپنے شہر یا بستی میں داخل ہو تو دُعا نمبر (۲۵) کے ساتھ ساتھ ان کلمات کو بھی پڑھ لیں ۔ یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی ۔ دوسری روایت میں کہ پہلے کلمہ توحید پڑھے اُس کے بعد یہ دُعا پڑھے اور حامدون کے بعد یہ پڑھے ۔ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ (یعنی اللہ تعالیٰ نے وعدہ سچ فرمایا اور اپنے بندہ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اور احزاب کفار کو تنہا شکست دی (رفیق سفر ص۱۲)

اَوْبًا اَوْبًا لِرَبِّنَا تَوْبًا لَا یُغَادِرُ عَلَیْنَا حَوْبًا (حصن حصین)

ترجمہ :- ہم واپس آئے ہیں ہمارے رب کے سامنے ایسی توبہ کرتے ہیں جو ہم پر کوئی گناہ چھوڑے ۔ ——————

ف :۔ جب سفر سے واپس ہوکر گھر میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے ۔

نوٹ :۔ مستحب یہ ہے کہ جب سفر سے لوٹے تو اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے لئے کوئی تحفہ کھانے پینے وغیرہ اپنی گنجائش کے مطابق ساتھ لیتے آئے ۔ حدیث میں یہاں تک تاکید آئی ہے کہ اگر کچھ نہ ملے تو اپنی جھولی میں ڈھیلا ہی ڈالکر لے آئے ۔ (دار قطنی از رفیق سفر ص۱۶) کنز کی روایت میں ہے کہ لکڑی کا گٹھا ہی لے آئے تاکہ گھر والوں کو خوشی ہو ۔ مطلب غالباً یہ ہے کہ ڈھیلا اور لکڑیاں تو کون لائے گا اپنی حیثیت کے مطابق کوئی معمولی چیز ہی ساتھ لے آویگا تو سنت ادا ہو جائے گی ۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ضروری مسئلہ :۔ ریل وغیرہ میں بلا عذر بیٹھکر نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ قیام فرض ہے بلا شرعی عذر کے بیٹھکر نماز پڑھنے سے نماز فرض ادا نہ ہوگی (امداد الفتاوی از رفیق سفر ص۲۰) ہاں اگر کوئی شخص مرض یا کمزوری کے سبب ریل وغیرہ کی حرکت میں کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا ۔ گرجانے کا خطرہ ہے ۔ اُس کے لئے بیٹھکر نماز پڑھنا جائز ہے جیسے زمین پر نماز پڑھنے کا حکم ہے کہ جو قیام پر قدرت نہیں رکھتا بیٹھکر پڑھے لیکن تجربہ شاہد ہے کہ عام حالات میں عام لوگ چلتی ہوئی ریل میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکتے ہیں مگر بہت سے لوگ ناواقفیت سے بلا وجہ بیٹھکر نماز ادا کرتے ہیں ۔ ان کی نماز ادا نہیں ہوتی اعادہ واجب ہے ۔ اگر کھڑا ہونے پر تو قدرت ہے لیکن ریل وغیرہ میں اتنی جگہ نہیں کہ کھڑے ہوکر ادا کر سکے تو مناسب یہ ہے کہ اُس وقت بیٹھکر ادا کرلے لیکن بعد میں اس کو قضا کرنا پڑے گا کیونکہ تنگی کی وجہ سے فرض قیام ساقط نہیں ہوتا (ایضاً ص۲۰)

سفر سے واپسی کے بعد یہ کام کریں

سفر سے لوٹتے ہی سیدھے اپنے گھر نہ جائے بلکہ آپ کے آنے کی اطلاع گھر والوں کو پہلے سے کردیں ۔ پتہ نہیں گھر والے کس حالت میں ہوں لہذا پہلے سے اطلاع کردینے کی تاکید کی گئی ہے ۔

سفر سے واپسی کے بعد مردوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ پہلے مسجد جاکر دو رکعت ادا کرے ۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ایک جہاد سے واپس لوٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کے دروازہ پر پایا تو آپ نے فرمایا کہ اونٹ کو چھوڑکر مسجد میں جاؤ ۔ اور دو رکعت ادا کرو (مسلم ص۲۳۱ ج۵) حضرت کعب بن مالک رضؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جب سفر سے تشریف لاتے پہر دن چڑھے (شہر میں) داخل ہوتے اور پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت پڑھتے اور مسجد میں بیٹھتے (ایضاً) حضرت قتادہؓ ایک مرتبہ مسجد تشریف لے گئے تو لوگوں کو بیٹھے دیکھکر وہ بھی بیٹھ گئے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس نے روکا تم کو دو رکعت پڑھنے سے قبل بیٹھنے کے ؟ میں نے عرض کیا : یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے آپ کو اور لوگوں کو بیٹھے دیکھا (تو میں بھی بیٹھ گیا)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو جب تک دو رکعت نہ پڑھ لے ، نہ بیٹھے۔ (ایضاً) بہشتی گوہر صفحہ ۸۸۶ج ۱۱ میں بھی یہ روایت درج ہے ۔

مسئلہ: ـــــــ اگر کوئی مسجد میں جاکر بیٹھ جائے اور اس کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تب بھی کوئی حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے (ایضاً)

مسئلہ: ـــــــ اگر مکروہ وقت ہو تو چار مرتبہ کلمہ سوم اور ایک مرتبہ کوئی درود شریف پڑھ لے (ایضاً)

مسئلہ: ـــــــ اگر کوئی فرض نماز ہو رہی ہو یا نماز فرض پڑھنی ہو یا کوئی سنت ادا کیجائے تو وہی فرض یا سنّت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو گی یعنی اس کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کا ثواب بھی ملجائے گا اگرچہ تحیۃ المسجد کی نیت نہیں کی گئی ۔

نوٹ: ـــــــ دو رکعت ہی کچھ تخصیص نہیں ہے اگر چار رکعت پڑھی جائے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں ۔ دو رکعت پہلے تحیۃ الوضو کی پڑھے پھر تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھ لے ۔ تحیۃ الوضو کے بارے میں ابوداؤد میں ہے کہ جس نے پورا (اچھی طرح) وضو کیا اور پھر دو رکعتیں ہوشیاری (یعنی دھیان اور خشوع وخضوع) سے پڑھیں یعنی اُن میں بھول چوک نہ ہوئی تو اس کے گناہ تمام بخش دیئے جاتے ہیں اور مسلم کی روایت میں ہے دو رکعتیں تحیۃ الوضو پڑھنے سے جنت واجب ہو جاتی ہے (خیار الاذکار صفحہ ۲۲)

آج کل سفر سے واپسی کے بعد مسجد جانے اور نماز ادا کرنے کی سنّت متروک ہو رہی ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ اس کی تعلیم دیجائے اور تاکید کیجائے ۔ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ حاجی کی دُعا اُس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک گھر نہ جائے لہٰذا حاجی حضرات اور تبلیغی محنت سے واپس آنے والے حضرات سیدھے مسجد جائے ، کم ازکم دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے ۔ لوگوں سے ملاقات کرے اور اُن کے لئے اور اُمت کے لئے دُعا کرے اور اللہ کے راستے میں نکلنے کی فضیلت سنائے اور ترغیب دے ۔

محمد عمران اشرف عثمانی
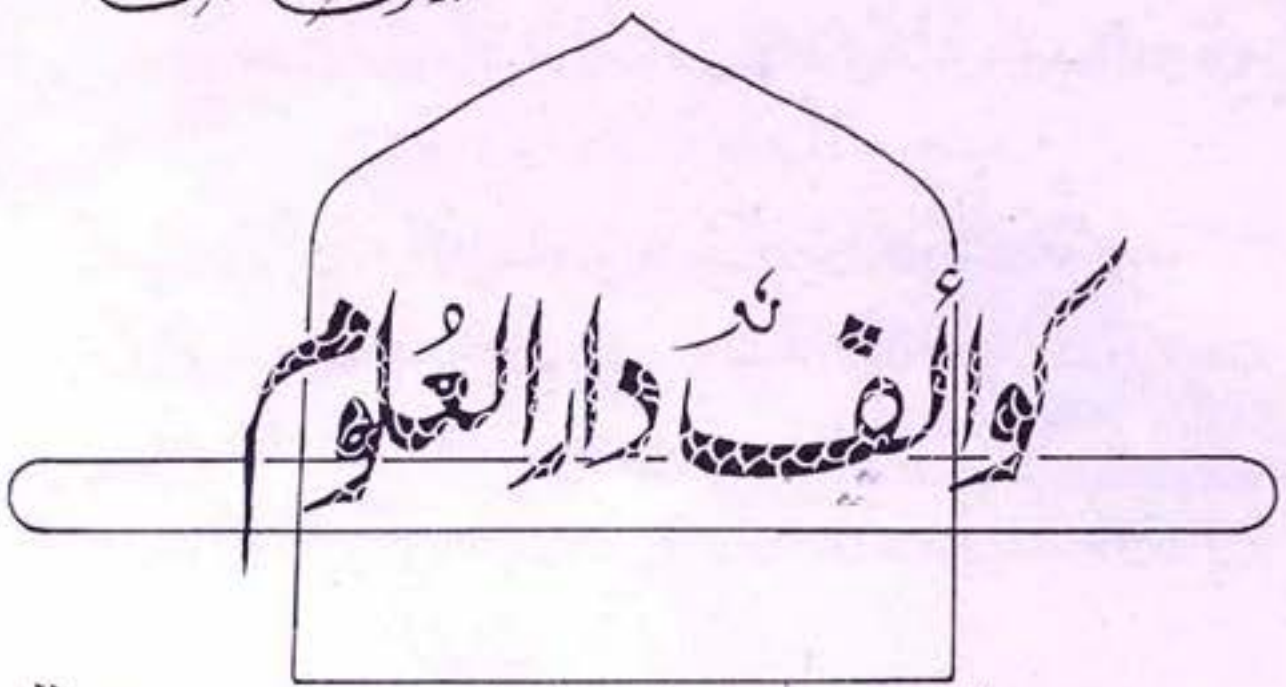
جامعہ دار العلوم کراچی میں ان شاء اللہ ماہِ شوال کے پہلے ہفتہ سے حسب سابق درس نظامی کے درجات کے داخلے شروع ہوں گے، جس میں جدید اور قدیم طلبہ کا نئے سال کے لئے از سرِ نو داخلہ ہوگا اور پھر شوال کے وسط میں درجۂ تخصص فی الفقہ والافتاء کے درجات کے داخلے ہوں گے یہ درجۂ تخصص دار العلوم کراچی میں تین سالہ کورس ہوتا ہے، جس میں اصول افتاء، تمرین افتاء، اسلامی بینکنگ، انگریزی اور فتاویٰ کی مختلف اہم کتب کا درس بھی ہوتا ہے اور آخری سال میں فقہ کے کسی خاص مضمون پر تحقیقی مقالہ لکھا جاتا ہے، یہ ذی استعداد فارغ التحصیل طلبہ کے لئے نہایت مفید کورس ہے۔

پھر اس ماہ کے اخیر عشرہ میں اور سالوں کی طرح افتتاحِ بخاری شریف کے ذریعے نئے تعلیمی سال کا افتتاح ہوگا۔

ہمارے قارئین کو یہ جان کر یقیناً مسرت ہوگی کہ جامعہ دار العلوم کراچی جس طرح البلاغ (اردو) کے ذریعہ تقریباً ۲۳ برس سے دین کی جس عظیم تبلیغ واشاعت کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ اسی طرح اب ایک اور عظیم خدمت کی طرف گامزن ہے اور وہ یہ ہے کہ اس ماہ شوال سے قارئین اور متعلقین دار العلوم کی دیرینہ خواہش اور اصرار پر اندرون وبیرون ملک انگریزی داں طبقہ کے حضرات کے لئے ایک ماہنامہ البلاغ (انگریزی) کا اجراء کر رہا ہے جو مندرجہ ذیل خصوصیات کا حامل ہوگا۔

رسالے میں ہر ماہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کی شہرۂ آفاق تفسیر معارف القرآن کا انگریزی ترجمہ شائع کیا جائے گا جو انگریزی میں پہلی مفصل تفسیر ہوگی۔ یہ انگریزی ترجمہ حضرت مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کے زیرنگرانی محمد حسن عسکری صاحب مرحوم نے شروع کیا تھا اور جناب محمد شمیم صاحب اس کی تکمیل

کر رہے ہیں اور وہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی نظرِ ثانی کے بعد شائع ہو رہا ہے۔

تفسیر کے ساتھ متن قرآن کا ایک جدید مستند انگریزی ترجمہ جناب محمد شمیم صاحب مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور جناب محمد ولی رازی صاحب مدظلہم کی مشترکہ کاوشوں سے تیار ہو رہا ہے، جو تفسیر کے ساتھ قسط وار شائع کیا جائے گا۔

اس البلاغ (انگریزی) میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی قارئین کے دینی سوالات کا جواب دیا کریں گے۔

اکابر علمائے دیوبند کے علوم وافکار کو انگریزی زبان میں منتقل کر کے پیش کیا جائے گا اس کے علاوہ البلاغ کا ہر شمارہ پاکستان و عالم اسلام کی مشہور مذہبی شخصیات کے مضامین اور مقالات پر بھی مشتمل ہو گا۔

واضح رہے کہ یہ البلاغ انگریزی کا ایک مستقل رسالہ ہو گا البلاغ اردو کا ترجمہ نہیں ہو گا۔

ان شاء اللہ اس قسم کی خصوصیات کے حامل جریدہ کی کسی قسم کی خدمت بھی دین اسلام کی تبلیغ واشاعت میں ممد ومعاون ثابت ہو گی، اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رسالہ سے دین اسلام کی صحیح تبلیغ واشاعت کرنے کی سعادت حاصل ہو۔ واللہ المستعان

کیفیت نتائج امتحان سالانہ سنہ ۱۴۱۰ھ

زیر انتظام: دارالعلوم کراچی

دارالعلوم کراچی کے مختلف تعلیمی شعبوں اور تعلیمی مرحلوں کا سالانہ امتحان شعبان سنہ ۱۴۱۰ھ کے پہلے ہفتہ میں منعقد ہوا۔ درس نظامی کے پانچ مراحل کے سال آخر کا امتحان وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر انتظام انجام پایا۔ لیکن وفاق کے دفتر کی طرف سے ابھی ان

شرکاء کے پورے نتائج موصول نہیں ہوسکے۔ اس لئے ان کی اشاعت فی الحال نہیں کی جاسکتی البتہ ان مراحل کے بقیہ سالوں کے امتحان اور شعبہ تجوید وقرأت اور شعبہ تخصص فی الافتاء کے سالانہ امتحان کے نتائج کی مختصر کیفیت درج ذیل ہے۔

شعبہ تخصص فی الافتاء

سال اول :	تعداد شرکاء	کامیاب درجہ اعلیٰ	درجہ وسطیٰ	درجہ ادنیٰ	ناکام
	۱۴	۴	۸	۱	۱

سال اول میں مولوی محمد ندیم فیصل آبادی اوّل، مولوی محمد فاروق کراچوی دوم اور مولوی محمد یامین نواب شاہی سوم آئے۔

سال دوم :	تعداد شرکاء	کامیاب درجہ اعلیٰ	درجہ وسطیٰ
	۵	۳	۲

مولوی مسعود الحسن سرگودھوی، اوّل، مولوی بلال الدین بنگلہ دیشی دوم اور مولوی محمد رحیم الدین بنگلہ دیشی سوم آئے۔

المرحلۃ العالمیۃ	تعداد شرکاء	کامیاب درجہ ممتاز	درجہ اعلیٰ	درجہ وسطیٰ	درجہ ادنیٰ	رخصت
سال اوّل :	۷۸	۱	۲۴	۳۴	۱۸	۱

اس جماعت میں عصمت اللہ پشاوری اوّل، محمد معصوم افغانی دوم اور انعام اللہ کراچوی سوم آئے

المرحلۃ العالیۃ

سال اوّل	تعداد شرکاء	کامیاب درجہ ممتاز	درجہ اعلیٰ	درجہ وسطیٰ	درجہ ادنیٰ	ناکام	غیر حاضر	بیمار
	۷۵	۳	۸	۲۳	۳۳	۵	۲	۱

محمد طارق مکی اس جماعت میں اوّل، حسین قاسم کراچوی دوم، مسعود باللہ مانسہروی سوم آئے۔

المرحلۃ الثانویۃ الخاصۃ	تعداد شرکاء	کامیاب درجہ اعلیٰ	درجہ وسطیٰ	درجہ ادنیٰ	غائب	ناکام
سال اول	۲۵	۱۰	۱۷	۳۰	۵	۳

اس جماعت میں عنایت الرحمٰن نیوی اوّل، محبوب احمد طاہر کراچوی دوم اور اسلم خان کوہاٹی سوم آئے

المرحلۃ الثانویۃ العامۃ	تعداد شرکاء	کامیاب درجہ اعلیٰ	درجہ وسطیٰ	درجہ ادنیٰ	رخصت علالت	ناکام
سال اول	۴۹	۶	۲۴	۱۵	۱	۳

اس جماعت میں محمد حسان کراچوی اول ، حمید الحق کراچی اور مظہر حسین شاہ دوم ، اور خلیل احمد اعظمی سوم آئے ۔

المرحلۃ المتوسطہ

	تعداد شرکاء	کامیاب درجہ ممتاز	درجہ علیا	درجہ وسطیٰ	درجہ ادنیٰ	رخصت علالت	ناکام
سال اول	۶۵	۱	۸	۳۲	۱۸	۱	۵

اس جماعت میں محمد اشتیاق کراچوی اول ، محمد یونس چترالی دوم اور بلال حسین کراچوی سوم آئے

سال دوم	تعداد شرکاء	کامیاب درجہ ممتاز	درجہ علیا	درجہ وسطیٰ	درجہ ادنیٰ	ناکام
	۴۰	۳	۴	۱۱	۲۱	۱

اس جماعت میں محمد رفیق کشمیری اول ، عبداللہ مانسہروی دوم اور عبدالرحمن افغانی سوم آئے ۔

شعبہ تجوید وقراءات

	تعداد شرکاء	کامیاب درجہ اعلیٰ	درجہ وسطیٰ
سال اول	۷	۳	۴

اس جماعت میں میر حسام الدین چترالی اوّل ، محمد کاشف کراچوی دوم اور عبدالرحمن افغانی سوم آئے

سال دوم	تعداد شرکاء	کامیاب درجہ ممتاز	درجہ اعلیٰ
	۵	۱	۴

اس جماعت میں مسعود احمد کراچوی اوّل ، وسیم احمد کراچوی دوم اور حق نواز کوہاٹی سوم آئے ۔

خلاصہ

یہ ہے کہ دارالعلوم کے زیر انتظام ہونیوالے سالانہ امتحان میں

۴۰۳ ــــ طلبہ شریک ہوئے جن میں سے

۹ ــــ طلبہ درجہ ممتاز میں کامیاب ہوئے ۔

۷۴ ــــ طلبہ درجہ اعلیٰ میں کامیاب ہوئے ۔

۱۵۵ ــــ طلبہ درجہ وسطیٰ میں کامیاب ہوئے

۱۳۶ ــــ طلبہ درجہ ادنیٰ میں کامیاب ہوئے ۔

۱۸ ــــ طلبہ ناکام رہے ۔

۱۱ ۔ طلبہ بیمار یا غیر حاضر رہے ۔

اللہ تعالیٰ کامیاب ہونیوالوں کو مزید ترقیات سے نوازیں اور تمام طلبہ کو دینی خدمت کے لئے قبول فرماکر متعلقین و مربیین کے لئے صدقہ جاریہ بنادیں ۔ آمین ۔

درجہ تخصص کا داخلہ

جو طلبہ دار العلوم کراچی میں درجہ تخصص فی الافتاء کے اندر داخلے کی خواہش مند ہیں ان کو اطلاع دی جاتی ہے وہ شوال سنہ ۱۴۱۰ھ کو دار العلوم تشریف لے آئیں۔ ۱۲ شوال سنہ ۱۴۱۰ھ کو تمام امیدواروں کا تحریری و تقریری امتحان ایک ساتھ ہوگا اور جو طلبہ امتحان داخلہ میں کامیاب ہوں گے اُن میں سے دس طلبہ کامیابی کی ترتیب سے داخلے کے لئے منتخب کئے جائیں گے۔ امیدوار حضرات مندرجہ ذیل امور ذہن نشین فرمالیں

(۱) صرف وہ طلبہ رجوع کریں جو وفاق المدارس یا کسی مستند دینی درسگاہ سے دورہ حدیث کے امتحان میں ممتاز یا جید جدًا کے درجے میں کامیاب ہوئے ہوں۔ اس سے کم درجے میں کامیاب ہونے والے طلبہ رجوع نہ فرمائیں۔

(۲) تخصص میں داخلے کے لئے ۱۱ شوال سے پہلے تشریف نہ لائیں۔ اس سے قبل دار العلوم ان کے قیام و طعام کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

(۳) داخلے کے لئے کسی مستند دینی درسگاہ سے دورۂ حدیث میں درجہ علیا کے نمبروں کے ساتھ کامیابی اولین شرط ہے جس کا ثبوت ہمراہ لانا ضروری ہوگا

(۴) اردو اور عربی رسم الخط میں صاف ستھری تحریر بھی داخلے کے لئے ضروری ہے جن طلبہ کا خط خراب ہو وہ داخلے کیلئے رجوع نہ فرمائیں

(۵) دورانِ تعلیم کسی انجمن یا جماعت سے کسی قسم کا تعلق ممنوع ہوگا نیز تخصص کے علاوہ کسی اور امتحان کی تیاری کی اجازت نہیں ہوگی۔ مخصوص حالات میں صدر صاحب دار العلوم سے تحریری اجازت لینا ضروری ہوگا۔

(۶) امتحان داخلہ مندرجہ ذیل کتب اور مضامین میں لیا جائے گا۔

مشکوٰۃ المصابیح، ہدایہ کامل، نور الانوار، بحث کتاب و سنت، سراجی، شرح العقائد اور ترجمہ قرآن۔ تقریری امتحان میں عبارت نحوی و صرفی اعتبار سے درست پڑھنے کی صلاحیت کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جائیگا۔ جس سے نحو اور صرف کے ساتھ مناسبت ظاہر ہو اور تحریری امتحان میں سلیقۂ تحریر کو مدنظر رکھا جائے گا۔

(۷) درجہ تخصص کے جو طلبہ مذکورہ بالا شرائط پوری کریں گے ان کو قیام و طعام اور مبلغ تین سو روپے ماہانہ وظیفے کے ساتھ داخلہ دیا جائے گا

(ناظم دار العلوم کراچی)

دارالعلوم کراچی

کے دارالتربیت میں رہائش کی سہولت دستیاب ہے

بچپن کی اچھی تربیت بچے کے لئے آب حیات ہوتی ہے، دارالعلوم کراچی کے خود کفیل شعبۂ دارالتربیت للاطفال میں بچے کے لئے مناسب ماحول میں دینی تربیت کے ساتھ دینی اور عصری تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔

سرپرست حضرات اپنے بچے کے لئے

- قرآن کریم حفظ مع بنیادی پرائمری تعلیم
- پرائمری تا میٹرک تک کی تعلیم
- درجہ فارسی و عربی

میں سے کسی بھی تعلیمی شعبہ کا انتخاب کر سکتے ہیں

شرائط داخلہ: اخلاقی، ذہنی اور جسمانی صحت کا اطمینان۔ عمر ۷ سال تا ۱۵ سال۔

ماہانہ فیس بابت قیام و طعام و دیگر ضروریات -/۴۵۰

جدید داخلہ ۸ شوال ۱۴۱۰ھ سے شروع ہو رہے ہیں۔ تفصیل کے لئے شعبہ دارالتربیت کے ناظم یا اتالیق سے رابطہ قائم کیا جائے۔ صرف اس بچے کے داخلہ پر غور ہو سکیگا جس کے سرپرست کراچی میں ہوں۔

اعلان داخلہ شعبۂ تجوید و قرأت

مقام مسرت ہے کہ الحمدللہ دارالعلوم میں کئی سال سے شعبۂ تجوید و قرأت جاری ہے جسمیں مکمل قرأت سبعہ و عشرہ پڑھائی جاتی ہیں شائقین فن تجوید و قرأت اس دولت عظمیٰ سے فائدہ اٹھائیں

اس شعبہ میں نئے سال کے داخلے ۱۰ شوال ۱۴۱۰ھ سے شروع ہو جائینگے خواہشمند طلبہ کیلئے حافظ قرآن ہونا ضروری ہے۔ البتہ فاضل درس نظامی کیلئے حافظ ہونا شرط نہیں ہے۔ امیدوار کو داخلہ مکمل ہونے پر طعام و قیام کے ساتھ حسب استعداد ۵۰ تا ۳۰۰ روپے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائیگا۔

(ناظم دارالعلوم کراچی)

طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) نظام انہضام کی بہتری کیلئے ہفتہ میں دو روزے رکھیں (۲) کھانا داہنے ہاتھ سے کھائیں ۔
(۳) مریض کیساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھائیں ۔ (۴) تکیہ لگا کر اور کھڑا ہو کر کھانے سے بدہضمی ہوتی ہے
(۵) کھانا ٹھنڈا کر کے کھاؤ ۔ گرم کھانے سے معدہ ضعیف وکمزور ہوجاتا ہے ۔
(۶) لیموں شہد کیساتھ نہار منہ کھانا دل ودماغ کو قوت بخشتا ہے (۷) گوشت کو چاقو اور چھری کی بجائے دانتوں سے کاٹ کر کھاؤ ۔
(۸) کھانے کو ٹھنڈا کرنے کیلئے اس میں پھونک نہ مارو (۹) اکیلے کھانا نہ کھاؤ ۔
(۱۰) کھانے کے بعد خلال کیا کرو ، ورنہ دانت کمزور ہوجاتے ہیں (۱۱) مسواک باقاعدگی سے استعمال کیا کرو ۔
(۱۲) دسترخوان پر گری ہوئی چیز اٹھا کر کھانے سے رزق میں فراخی ہوتی ہے اس سے انسان کو اور اس کی اولاد کو جذام برص اور جنون سے حفاظت ہوتی ہے ۔
(۱۳) انجیر کھانے سے انسان مرض قولنج سے محفوظ رہتا ہے (۱۴) رات کو کھانا نہ کھانے سے بڑھاپا جلد آجاتا ہے ۔
(۱۵) زیتون کھایا کرو اور تیل زیتون کی مالش کیا کرو ۔ (۱۶) لوکی یعنی کدّو کھایا کرو ، یہ دل ودماغ کو قوت بخشتا ہے
(۱۷) تبخیر معدہ کے لئے کھیرا کھایا کرو ۔ (۱۸) دسترخوان کو سبزیوں سے زینت دیا کرو ۔

ہمارے بھی مہربان کیسے کیسے

پتہ : مکتبہ اہلسنت دارالعلوم تعلیم القرآن بارڑہ گیٹ ۔ پشاور صدر

قاری فیض اللہ صاحب کا لکھا ہوا یہ مختصر سا پمفلٹ اسماعیلیوں کے بارے میں قدیم و جدید معلومات پر مشتمل ہے ۔ یہ ظاہر بات ہے کہ " اسماعیلی " ایک باطنی فرقہ ہے اور یہ فرقہ اگرچہ اپنا تعلق اہل تشیع سے جوڑتا ہے لیکن اس فرقے میں آغاخان کو الوہیت سے سرفراز بنایا جاتا ہے ۔ رسالت ، توحید، قبلے اور قرآن کے بارے میں بھی اس فرقے کے مزعومات کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے ۔ نہ یہ لوگ حج کرتے ہیں اور نہ ان کے نماز کے طریقے مسلمانوں کی طرح کے طریقے ہیں ۔

آغاخانیوں کے عقائد و اعمال جو ایک زمانے تک پردہ کتمان میں تھے اب بعض فکرمند حضرات کی کوششوں سے سامنے آنے لگے ہیں اور ملک کے بعض مقتدر رسالوں میں بھی اس موضوع سے متعلق معلومات چھپتی رہتی ہیں ۔

بعض قرائن و شواہد اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ آغاخانی جو اب تک اپنے مخصوص عقائد و رسوم کی رو سے صرف سماجی طور پر آپس میں منسلک تھے اب مزید پیش قدمی کر کے پاکستان کے شمالی علاقوں میں باقاعدہ اسمٰعیلی ریاست کی تشکیل کے لئے سرگرم عمل ہیں اور اس مقصد کے لئے مختلف سمتوں میں بڑی ہوشیاری اور چابکدستی سے کام ہو رہا ہے

یہ بات بھی معنی خیز ہے کہ آغاخانی فرقہ کے پیشواؤں کی طرف سے آج تک مؤثر انداز میں اپنی صفائی میں کوئی مدلل بات نہیں آسکی ہے۔ اس لئے اس پراسرار رویہ نے ان کی حیثیت کو اور مخدوش کر دیا ہے۔

قاری فیض اللہ صاحب اور ان کے مخلص رفقائے کار ایک عرصے سے اس فرقے کے عقائد اور اعمال سے پردہ اٹھا رہے ہیں اور اب تک ان حضرات کی طرف سے اس موضوع پر خاصا لٹریچر سامنے آچکا ہے۔

ضرورت ہے کہ ان حضرات سے تعاون کیا جائے۔ اور آغاخانی سرگرمیوں میں دین و ملت کے خلاف جو سازشیں پل رہی ہیں ان کی نشاندہی کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری غفلت ہمیں کسی نئے صدمے سے دوچار کر دے۔ (ع۔س)

نام کتاب تحریف کے یہ کرم

سائز۔ ۱۸ × ۲۳ صفحات : ۱۵۲

مصنف : حافظ محمد اقبال رنگونی ناشر: ادارہ الہلال، اسلامک اکیڈمی، مانچسٹر، یو کے

زیر نظر کتاب بائبل پر آسان زبان میں جامع تبصرہ کی حیثیت رکھتی ہے اور کتاب کا قاری مختلف دلائل و براہین سے منطقی طور پر یہ نتیجہ اخذ کر لیتا ہے کہ موجودہ بائبل جو عہد نامہ عتیق و عہد نامہ جدید (توراۃ و انجیل) پر مشتمل ہے مقدس کتاب سمجھی جاتی ہے۔ یہ کتاب اختراعی طور پر ترمیم و اضافہ کا شکار ہو چکی ہے اور گوناگوں تحریفات نے اس کے کتاب الٰہی ہونے کی نفی کر دی ہے۔

کتاب میں خود مسیحی علماء کے اعترافات کے حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ موجودہ کتاب مقدس اصل کتاب الٰہی نہیں ہے، اس کتاب میں تحریف کی ناقابل تاویل مثالیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں شرمناک گستاخیاں اور ان کی طرف فحش واقعات کی نسبت بلکہ خود ذات باری تعالیٰ کے حق میں ایسی مکروہ باتیں جنہیں زبان اور قلم پر لاتے ہوئے لرزہ طاری ہوتا ہے، یہ سب ایسے حقائق ہیں جو طالب انصاف اور جویائے حق کو بدیہی طور پر باور کرا دیتے ہیں کہ موجودہ کتاب مقدس تحریفات اور خود ساختہ خیالات کا ایسا مجموعہ ہے جس میں انسانی صلاح و فلاح کا وہ سامان یکسر مفقود ہے جو کتب سماویہ کا خاصہ ہے۔

کتاب کے آخر میں مسیحی علماء کے ان مغالطوں اور اعتراضات کا بھی مناسب جواب دیا گیا ہے جو یہ حضرات کٹ حجتی کے طور پر قرآن کریم پر کرتے رہتے ہیں۔

کتابت وطباعت کا معیار زیادہ اونچا نہیں ہے۔ ص ۵ پر پیش لفظ میں کتاب کو تین "فصلوں" پر تقسیم کرنے کا ذکر ہے جبکہ تفصیل میں "فصل" کے بجائے "باب" کا عنوان ہے اور قسم اول میں فصل / باب کا عنوان بالکل ہی ترک ہوگیا ہے پاکستان میں یہ کتاب "مکتبہ الفاروق سلطان پورہ، لاہور ۷ ۔ ۸۳" سے مل سکتی ہے۔

تنویر السراج فی لیلۃ المعراج (معراج کی رات)

تالیف : حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر : اقبال بک ہاؤس صدر کراچی

سائز : ۳۰×۲۰ کے کل صفحات ۱۲۵ صفحات ۔ کتابت وطباعت اور کاغذ متوسط

قیمت : ۱۳/۵۰

حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان بے مثال ہستیوں میں سے ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے دین مبین کی اشاعت کے واسطے منتخب فرمایا تھا اور ان کے ذریعہ دین اسلام کے تقریباً ہر شعبہ میں وہ اصلاحی کام لیا ہے جو صدیوں کے لئے ان شاء اللہ کافی وشافی ہوگا۔

معراج کا واقعہ نہایت عظیم الشان واقعہ ہے جو بہت سے احکام و مسائل، حقائق و فوائد، عجائبات وحکم پر مشتمل ہے ہر مسلمان کو ان سے باخبر ہونا چاہیئے۔ افسوس کہ بے راہ لوگوں نے اس واقعہ میں بھی بہت گڑبڑ کی۔ بعض نے معراج جسمانی سے انکار کردیا اور بعض نے کچھ بے سروپا روایتیں اس سے منسوب کردیں اس طرح یہ عظیم الشان واقعہ بھی افراط وتفریط کا شکار ہوگیا حضرت تھانویؒ نے افراط وتفریط کی چادریں اتاریں اور مستند روایات کی روشنی میں صحیح واقعہ واضح فرمایا، اور دلنشین توجیہات کے ذریعہ متعارض روایات کا تعارض دور فرمایا، اور شکوک وشبہات دور کئے اعتراضات کا شافی جواب دیا۔ علمی تحقیقات سے آراستہ کیا اور فوائد بیان کرکے اس کی افادیت کو خوب بڑھادیا، بہرحال یہ کتاب اس موضوع پر نہایت جامع اور بڑی عجیب وغریب ہے۔

دلچسپ اتنی ہے کہ شروع کرنے پر ختم کئے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا بس اس کی خوبیاں مطالعہ کرنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

یہ کتاب ہر گھر میں ہونی چاہیئے اور گھر کے ہر فرد کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے مطالعہ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین (ع ۔ د ۔ س)

باپردہ عورتوں کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ عورت چھپا کر رکھنے کی چیز ہے اور بلاشبہ جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے تو اُسے شیطان تکنے لگتا ہے، اور یہ بات یقینی ہے کہ عورت اُس وقت سب سے زیادہ اللہ سے قریب ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔ (الترغیب والترھیب)

اِسلامؔ نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے گھر کے اندر رہیں اگر کسی مجبوری کی وجہ سے گھر سے نکلنا ہو تو خوب زیادہ پردے کا اہتمام کرے، خوشبو لگا کر نہ نکلے اور راستہ کے درمیان نہ چلے، نگاہیں نیچی رکھے، بن ٹھن کر نہ نکلے۔

محمّد نسیم
پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس — کراچی